اخبار احمدیہ

لاہور ۲۹ ستمبر: سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے متعلق آج ۸ بجے شام کی اطلاع مظہر ہے۔ کہ حضور کی طبیعت نزلہ کی وجہ سے ناساز ہے۔ احباب دعائے صحت فرمائیں۔

حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت بدستور ناساز ہے۔ احباب حضرت ممدوحہ کی صحت کے لئے دعا فرمائیں ؛

جلد ۱ | ۳۰ ماہ تبوک ۱۳۲۶ ہش | ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۶۶ ھ | ۳۰ ستمبر ۱۹۴۷ء | نمبر ۱۳

خطبہ جمعہ

مومن عقل اور تدبیر کو ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیتا

حوصلے مت ہارو اور بھگوڑوں میں سے مت بنو

خدا اپنے لگائے ہوئے پودے کو دشمن کے ہاتھ سے کبھی تباہ نہیں ہونے دیگا

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۱۲ ستمبر ۱۹۴۷ء بمقام مسجد احمدیہ لاہور

مرتبہ: مولوی محمد یعقوب مولوی فاضل

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

پہلے تو میں افسوس کے ساتھ اس امر کا اظہار کرتا ہوں۔ کہ

لاہور کی جماعت

نے اس موقعہ پر اپنے فرائض کو کما حقہ ادا نہیں کیا۔ چندہ حفاظت مرکز کا اعلان اپریل سے ہوتا چلا آرہا ہے۔ لیکن جہاں حیدر آباد سکندر آباد۔ کلکتہ ــــــ کی انجمنوں بلکہ افریقہ تک کی انجمنوں نے اپنے وعدے پورے لکھوا دیئے ہیں۔ وہاں لاہور کی انجمنوں نے ابھی تک اپنے وعدے پورے طور پر نہیں لکھوائے۔ ادائیگی تو دور کی چیز ہے۔ صرف وعدے کا سوال تھا۔ جو ایک بنیا بھی کر لیتا ہے۔ اور کہتا ہے "ہمارا مال سو تمہارا مال" مگر ایک بنیا بھی اپنے جوش میں جس قدر اظہار کر دیتا ہے اتنا بھی لاہور کی جماعت نے نہیں کیا۔ ادائیگی کا جو کچھ حال ہے اس کی میں نے تحقیق نہیں کی۔ لیکن جو شخص وعدہ میں کمزور ہو۔ وہ یقیناً ادائیگی میں بھی سستی دکھاتا ہے۔ پھر

مرکز کی تبدیلی

کے لئے جو ہمیں کوششیں کرنی پڑی ہیں۔ ان میں بھی جماعت لاہور کوئی اچھا نمونہ نہیں دکھا رہی۔ آخر اس جگہ پر قادیان کے سارے دفاتر اور تمام کارکن نہیں آئے۔ وہ سب کے سب اپنی جانیں ہتھیلی پر لئے ہوئے

خدا تعالیٰ کے شعائر

کی حفاظت میں لگے ہوئے ہیں۔ لاہور کے آدمی آرام اور اطمینان سے پاکستان کے ہیڈکوارٹر میں بیٹھے میٹھی نیند سوتے اور مسکراتے ہوئے جاگتے ہیں۔ اور وہاں بالعموم بائیس بائیس گھنٹے تک کام کرنا پڑتا ہے۔

خود مجھ پر

بہت راتیں ایسی گزری ہیں۔ کہ صبح تک میں آنکھ بھی جھپک نہیں سکا۔ کیونکہ ماتحت عملہ کی ڈیوٹی تو بدلتی رہتی ہے۔ لیکن اوپر جو عملہ ہوتا ہے۔ اور جس کا فرض دوسروں سے کام لینا ہوتا ہے، اس کی ڈیوٹی بدل نہیں سکتی۔ رات کو کام کرنے والے آتے ہیں۔ تو وہ کام بھی کرتے ہیں۔ اور اپنے افسر کو بھی بتاتے ہیں۔ کہ انہوں نے کیا کام کیا۔ اسی طرح دن کو کام کرنے والے کام کرتے ہیں۔ تو وہ اپنے افسر کو بھی کام کی رپورٹ دیتے اور اس کی ہدایات کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ یہاں مرکز بننے پر کم سے کم ایک چھوٹی سے چھوٹی ذمہ واری جو

یہاں کی جماعت

کو ادا کرنی چاہیئے تھی وہ یہ تھی۔ کہ وہ اپنے وقتوں میں سے گھنٹہ گھنٹہ ڈیڑھ ڈیڑھ گھنٹے دو دو گھنٹے دیتے۔ اور اگر یہاں کی جماعت میں کچھ بھی احساس اپنے فرائض کا ہوتا۔ تو وہ یہی کرتی۔ کہ پانچ نمازوں میں سے ایک نماز ہی خلیفۂ وقت کے پیچھے پڑھ لیتی۔ مگر تمہارے اندر تو کچھ بھی احساس پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ جتنا تمہارے محلہ میں ایک مداری کے آنے پر اس کا تماشہ دیکھنے کا احساس پیدا ہوتا ہے اتنا احساس بھی تمہیں

خلیفۂ وقت کی ملاقات

کا نہیں ہوا۔ اس کے بعد تم کیا ایمان کا دعوےٰ کر سکتے ہو۔ اور تم کس طرح کہہ سکتے ہو کہ خدا تعالیٰ کے وعدے تمہارے ذریعہ سے پورے ہوں گے۔ اس قسم کے تمسخر آمیز وعدے کی نہ دنیا میں کوئی قیمت ہو سکتی ہے اور نہ خدا تعالیٰ کے حضور اس کی کوئی قیمت ہے۔ ایک بہت بڑا کام ہے۔ جو ہمارے سامنے ہے۔ اور ہزاروں ہزار آدمی مختلف کیمپوں میں

ایڈیٹر:۔ روشن دین تنویر بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی

پرنٹر و پبلشر عبدالحمید بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی نے گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ میں طبع کرا کر جودھامل بلڈنگ جودھامل روڈ لاہور سے شائع کیا۔

پڑا ہوا ہے۔ جب ان میں سے کوئی اس جگہ آتا ہے۔ تو اسے پوچھنے والا اور اس کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ پندرہ بیس آدمی جو قادیان سے آئے ہوئے ہیں۔ انہیں دفتری کاموں سے ہی فرصت نہیں کیونکہ وہ دفاتر جن میں

بیس بیس آدمی کام کرنے والے

تھے۔ ان میں اب ایک ایک آدمی کام کر رہا ہے۔ تمہارا فرض تھا۔ کہ تم اپنی خدمات پیش کرتے۔ اور ان کا ہاتھ بٹاتے۔ لیکن تم نے کچھ بھی کام نہیں کیا۔ کیا سارے کام کرنا اور سارا وقت خدمتِ دین کے لئے صرف کرنا یہ صرف قادیان والوں کا کام ہے تمہارا کام نہیں۔ اور اگر قادیان والوں نے ہی کام کیا۔ تو یقیناً دنیا ان کا تو نام لے گی لیکن تمہارا نہیں لے گی۔ اور اگر نیک نامی ہوگی تو وہ بھی قادیان والوں ہی کی ہوگی تمہاری نہیں ہوگی۔ اور ثواب ہوگا تو وہ بھی ان کو۔ یوں باہر کے لوگ عموماً قادیان والوں پر اعتراض کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ

قادیان والے

جو کچھ کام کر رہے ہیں۔ وہ باہر کے لوگ نہیں کر رہے۔ باہر کے لوگ کبھی ایک دن کی چھٹی لے کر قادیان جاتے۔ اور دس گھنٹے مسجد میں بیٹھ رہتے ہیں۔ تو قادیان والوں پر اعتراض کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ کہ وہ مسجد میں نہیں بیٹھتے۔ حالانکہ یہ لوگ سال میں صرف ایک دن مسجد میں بیٹھتے ہیں۔ اور قادیان والے سارا سال وہاں آتے جاتے اور مرکزی کاموں میں حصہ لیتے ہیں۔ اب بھی قادیان والے ہی کام کر رہے ہیں۔ اور ایسی قربانی کر رہے ہیں کہ صاف نظر آتا ہے۔ اب اس سے زیادہ ان پر بار نہیں ڈالا جا سکتا۔ ڈیڑھ مہینہ ان کو کام کرتے گزر گیا ہے۔ اور اس ڈیڑھ مہینہ میں بعض آدمی ایسے ہیں جو کسی دن بھی دو تین گھنٹے سے زیادہ نہیں سو سکے۔ وہ مجھے آرام پہنچانے کی پوری کوشش کرتے رہے ہیں۔ اور ان کی خواہش رہی ہے کہ مجھے نہ جگائیں۔ مگر پھر بھی دو گھنٹے سے زیادہ سونے کا مجھے کبھی موقعہ نہیں ملا۔ اور بعض دفعہ تو پندرہ منٹ کے بعد ہی ایک دوسرا شخص آجاتا ہے۔ اور آواز دیتا ایسی صورت میں نیند کہاں آسکتی ہے۔ ان لوگوں پر تو آپ اعتراض کرتے ہیں۔ اور کرتے رہتے ہیں لیکن آپ لوگوں کی خود اپنی یہ حالت ہے کہ

صدر انجمن احمدیہ

کے دفاتر یہاں قائم ہوئے اور آپ نے کوئی کام نہ کیا۔ اور میرے آنے کے بعد تو یہاں کی جماعت کے لوگ اس طرح اطمینان کے ساتھ بیٹھ گئے جیسے کہتے ہیں ؎

عجب طرح کی ہوئی فراغت گدھوں پہ ڈالا جو بار اپنا

انہوں نے سمجھا کہ چلو چھٹی ہوئی کام کرنے والا آگیا ہے۔ گویا تم نے بھی وہی کہہ دیا۔ جو موسٰے کے ساتھیوں نے کہا تھا۔ کہ اذھب انت وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون۔ موُنہ سے کہنے سے یہ کیا بنتا ہے۔ کہ ہم موسٰے کے ساتھیوں جیسے نہیں۔ تم یہ تو بتاؤ کہ تم میں سے کتنے ہیں۔ جنہوں نے کوئی خدمت کی ہو۔ پھر تم کس مونہہ سے کہتے ہو۔ کہ ہم وہ نہیں جنہوں نے موسٰے سے یہ کہا تھا کہ اذھب انت وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون۔ پھر

موسٰے کی قوم

اس کے ساتھ تو گئی تھی۔ صرف اس نے لڑائی کرنے سے انکار کیا تھا۔ مگر تم تو ساتھ بھی نہیں چلے۔ پس پہلے تو میں افسوس کے ساتھ اس امر کا اظہار کرتا ہوں کہ بہت کم لوگ ہیں جنہوں نے ان دنوں کوئی خدمت کی ہو۔ صرف چند افراد ہیں جو کام کر رہے ہیں۔ باقی ساری جماعت سوتی رہی ہے۔ اور اس نے سلسلہ کی مصیبت اور سلسلہ کی تکلیف اور سلسلہ کے دکھ اور سلسلہ کے بڑھتے ہوئے کاموں کو اتنی اہمیت بھی نہیں دی۔ جتنی ہوا کے ایک جھونکے کو دی جاتی ہے۔

خدا تعالےٰ کے کام

تو خدا تعالےٰ نے ہی کرنے ہیں۔ اور وہ یقیناً ہو کر رہیں گے۔ تم اگر ان کاموں کو سرانجام نہیں دو گے۔ تو اللہ تعالےٰ اور لوگوں کو کھڑا کر دے گا قرآن کریم میں خدا تعالےٰ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فرماتا ہے کہ تو ان لوگوں کو متنبہ کر دے۔ اگر یہ کام کریں گے تو انہیں اللہ تعالےٰ کی طرف سے اجر دیا جائے گا۔ اور اگر کام نہیں کریں گے تو اللہ تعالےٰ اور لوگوں کو اپنے دین کی خدمت کے لئے کھڑا کر دے گا۔ میں نے بھی اس خیال سے کہ تم ثواب حاصل کرنے سے محروم نہ رہ جاؤ۔ تمہیں متنبہ کر دیا ہے۔ یاد رکھو نہ تمہاری اور نہ کسی اور کی خدا تعالےٰ کو کوئی ضرورت ہے۔ اس قسم کی سستیوں کے باوجود بھی خدا تعالےٰ کا سلسلہ یقیناً جیتے گا۔ لیکن وہ لوگ کسی عزت کے مستحق نہیں ہوں گے۔ اور نہ انہیں ایمان کے کسی ادنےٰ سے ادنےٰ مقام کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے کا حق ہو گا۔ صرف

چار پانچ آدمی

لاہور کے ایسے ہیں۔ جنہوں نے کام کیا۔ مگر باقیوں نے پوچھا تک نہیں کہ کیا ہو رہا ہے اور کیا ان کی خدمات کی سلسلہ کو ضرورت ہے یا نہیں۔ روزانہ جالندھر ہوشیارپور اور دوسرے علاقوں کے لوگ ہمارے پاس آتے ہیں۔ اور ہمیں ان کے لئے مختلف کارکنوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر یہ نظر نہیں آتا۔ کہ کس سے کام لیں۔ کیونکہ یہاں کی جماعت نے اپنے فرائض کو ادا کرنے میں خطرناک غفلت اور کوتاہی سے کام لیا ہے۔ پس یہ دو نمونے ایسے ہیں جو نہایت ہی تاریک پہلو لاہور کی جماعت کا پیش کر رہے ہیں۔ حفاظت مرکز کے کام میں اب تک بھی پورے وعدے نہیں لکھوائے گئے۔ اور وصولی تو بہت ہی کم ہوئی ہے۔ حالانکہ ہم نے اس چیز کو کرنا ہی کیا ہے۔ جو وقت کے بعد میسر آئے۔ اب تک ہم نے امانتوں سے روپیہ لے کر کام چلایا ہے۔ ورنہ اگر آپ لوگوں جیسے نادہند جماعت میں ہوتے۔ اور

امانتوں کا سلسلہ

جاری نہ ہوتا۔ تو جہاں تک دنیاوی تدابیر کا تعلق ہے۔ اب تک قادیان کی اینٹ سے اینٹ بج چکی ہوتی۔ (خدانخواستہ رفع اللہ بنیانہ واعتز شانہ) یہ خدا کا فضل ہے۔ کہ اس نے اس وقت تک قادیان کو بچائے رکھا ہے۔ ورنہ آپ لوگوں نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ ننانوے فی صدی آپ لوگوں نے پورا زور لگایا۔ کہ وہ تباہ ہو مگر خدا نے اپنے فضل سے سامان مہیا کیا ہوا تھا۔ امانتیں پڑی تھیں۔ جن سے کام چل گیا۔ یہ تو تمہارا حال ہے۔ مگر ایمان کے دعوے میں تم سب سے پہلے اپنی چھاتی پر ہاتھ مار کر کہتے ہو۔ کہ

ہم مومن ہیں

پھر جب اس جگہ مرکز کا ایک حصہ آچکا تھا۔ آپ لوگوں کو اسے خدا تعالےٰ کا فضل سمجھنا چاہیئے تھا۔ لیکن آپ لوگوں نے کوئی توجہ ہی نہیں کی۔ چاہیئے تھا کہ سینکڑوں آدمی اپنے آپ کو خدمات کے لئے پیش کر دیتے اور اگر ان کی ملازمتیں بھی جاتیں تو اس کی پرواہ نہ کرتے۔ جیسے کراچی کے دوستوں نے نمونہ دکھایا۔ انہوں نے فیصلہ کیا۔ کہ ہم قادیان جائیں گے اور چونکہ وہاں سرکاری محکموں میں احمدی زیادہ ہیں دفاتر والوں نے سمجھا کہ اگر سب احمدی چلے گئے تو کام بند ہو جائے گا۔ اس لئے انہوں نے چھٹی دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر کئی احمدیوں نے اپنے

استعفے

نکال کر رکھ دیئے۔ کہ اگر یہ بات ہے۔ تو ہم اپنی ملازمت سے مستعفی ہونے کے لئے تیار ہیں۔ ایک اخبار جو احمدیت کا شدید ترین دشمن تھا۔ میں نے خود اس کا ایک تراشہ پڑھا ہے۔ جس میں وہ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یہ ہوتا ہے ایمان۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اخلاص کا نمونہ دکھایا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا عزت سے نام لیا جائے گا۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کا

احمدیت کی تاریخ میں

نام لکھا جائے گا۔ مگر غافلوں اور بے پرواہوں کا نام نہیں لکھا جائے گا۔ تم کہہ سکتے ہو۔ کہ ہمیں کسی نے کہا نہیں۔ مگر میں تم سے پوچھتا ہوں اگر تمہارا بچہ بیمار ہو تو کیا کوئی شخص تم سے کہا کرتا ہے۔ کہ تم اس کا علاج کرو۔ آخر دین کیا میرا لگتا ہے تمہارا نہیں لگتا۔ اگر احمدیت میری چیز ہوتی۔ تو پھر بھی میں سوال کرنے کی ذلت برداشت کر لیتا۔ اور تمہارے پاس جاتا اور کہتا کہ میری مدد کرو۔ گو خدا نے مجھے ہمیشہ اپنی متعلق دوسرے سے سوال کرنے سے بچا رکھا ہے۔ اور میں نے آج تک کبھی کسی سے سوال نہیں کیا۔ مگر یہ چیز تو وہ ہے۔ جو صرف میری نہیں بلکہ تمہاری بھی ہے۔ اور اس لحاظ سے ہر احمدی کا فرض تھا کہ وہ اپنی خدمات پیش کرتا۔ ہر احمدی کا فرض تھا۔ کہ وہ اپنا سارا [illegible] اپنے وقت کا کچھ حصہ دیتا۔ ہر [illegible] کہ اگر

خدا کا خلیفہ

اس کے گھر میں آیا تھا۔ تو زیادہ نہیں کم سے کم ایک نماز تو اس کے پیچھے پڑھتا۔ مگر تم نے ان کاموں میں سے کوئی ایک کام بھی نہیں کیا۔ اب تم خود ہی اپنے ایمان کی قیمت کا اندازہ لگا لو۔ اور سوچو کہ تمہارا کیا ایمان ہے۔ اس کی کیا قیمت ہے۔ اور کیا ایک پیسے پر بھی کوئی اس کو

خریدنے کے لئے تیار

ہو سکتا ہے۔

تم میں سے بہت سے اس وقت وہ بھی بیٹھے ہیں جو باہر سے آئے ہیں۔ اور ان علاقوں کے ہیں جن پر تباہی آئی ہے۔ میں ان سے بھی کہتا ہوں کہ تمہارے اندر اگر اس وقت بھی خدا تعالےٰ کی خشیت پیدا نہیں ہوئی۔ تو اور کب پیدا ہوگی۔ تمہارے گھر برباد ہو گئے۔ تمہارے اموال لوٹے گئے۔ تمہاری زمینیں اور جانور چھین لئے گئے۔ اور بعض جگہ تمہاری عورتیں بھی لوگ زبردستی لے گئے۔ اس سے بڑھ کر اور

کونسی قیامت

ہے جو تم پر آئیگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا "یہ مت سمجھو کہ یورپ اور امریکہ وغیرہ میں زلزلے آئے۔ اور تمہارا ملک ان سے محفوظ ہے۔ بلکہ میں تو دیکھتا ہوں کہ شائد ان سے زیادہ مصیبت کا مونہہ دیکھو گے"۔

تم ان الفاظ کو پڑھتے تھے۔ تو بڑے آرام اور اطمینان سے اپنے دل کو تسلی دینے کے لئے کہہ دیتے تھے۔ کہ یہ جو بخار پھیلا ہوا ہے اس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی پوری ہو گئی ہے یا فلاں جگہ ہیضہ سے پانچ سو آدمی مر گیا ہے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیح موعود کی یہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔ حالانکہ ان بخاروں اور ہیضوں سے اس پیشگوئی کا کیا تعلق تھا۔ یہ وہ دن تھے جن کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خبر دی تھی اور جن میں

اتنی بڑی تباہی

ہوئی ہے کہ جنگ عظیم کے سات سالوں میں اتنا آدمی نہیں مارا گیا جتنا صرف ایک سال میں مارا گیا ہے۔ صرف مشرقی اور مغربی پنجاب میں ہندو مسلمان اور سکھ کی موت پانچ چھ لاکھ کے قریب ہوئی ہے۔ حالانکہ جنگ عظیم میں صرف ۲ لاکھ ۳۰ ہزار آدمی مرے تھے۔ اور وہ بھی چھ سات سال میں۔ مگر یہ پانچ چھ لاکھ چھ ماہ کے عرصہ میں ختم ہو گیا۔ صرف دلی میں ۲۴ گھنٹے کے اندر کہتے ہیں آٹھ دس ہزار آدمی مارے گئے۔ جن میں سے چھ سات ہزار مسلمان تھے۔ اور ڈیڑھ دو ہزار ہندو سکھ۔ اس قسم کی تباہی اور بربادی کی دنیا کی تاریخ میں تمہیں کوئی مثال نہیں مل سکتی۔ اور اتنی

آبادیوں کا تبادلہ

بھی دنیا میں اور کسی جگہ نظر نہیں آتا۔ اتنے بڑے ابتلاء کو دیکھ کر بھی کیا تمہاری سمجھ میں نہیں آتا کہ خدا تعالیٰ دنیا میں ایک نیک تغیر پیدا کرنا چاہتا ہے۔ خدا تعالیٰ دنیا میں ایسے آدمی پیدا کرنا چاہتا ہے جو صرف خدا کے ہوں۔ اور دنیا کا عشق اُن کے دلوں میں نہ ہو۔ مگر اب بھی تمہارے اندر کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ میں سنتا ہوں کہ تم نے اپنی مصیبت اور مسیز دل کے ایام میں نمازوں میں کوتاہی کی یا نمازیں ادا کرنا تم بھول گئے۔ یہ تو میں نہیں مان سکتا کہ چھوٹے سے چھوٹا مومن بھی کوئی نماز چھوڑ دے۔ میں یہی کہہ سکتا ہوں۔ کہ تم نماز بھول گئے۔ یا تم نے بے وقت نماز پڑھی۔ اس طرح تم میں سے بعض نے بزدلی بھی دکھائی اور تم یہ کہہ کر اپنے گھروں سے نکل آئے کہ جب ارد گرد کے لوگ جاتے ہیں۔ تو ہم یہاں کیوں ٹھہریں۔ حالانکہ یہ وہ وقت ہے جب اس بات کی شدید ضرورت تھی کہ

اسلام کی عزت

کو قائم کیا جاتا۔ ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ مسلمان مشرقی پنجاب میں کہتے ہیں کہ مارا گیا ہے۔ مگر ان میں سے ۹۰-۹۵ ہزار بلکہ اس سے بھی زیادہ بھاگتے ہوئے مارا گیا ہے۔ اگر اتنا آدمی لڑائی کرتے ہوئے مارا جاتا تو یہ لوگ تو گاؤں میں تھے اور حملہ کرنے والے باہر کے تھے۔ اگر یہ لوگ ڈیڑھ لاکھ مارے گئے تھے تو وہ یقیناً سات آٹھ لاکھ کی تعداد میں مارے جاتے۔ کیونکہ گھر میں بیٹھ کر ایک آدمی باہر کے سات آٹھ آدمی آسانی کے ساتھ مار سکتا ہے اور اگر سات آٹھ لاکھ حملہ کرنے والا مارا جاتا۔ تو یقیناً اب تک امن ہو چکا ہوتا۔ پھر تم نے عظیم الشان حماقت یہ کی کہ گھروں سے نکلتے وقت سارا مال تم

اُن کے سپرد

کر آئے۔ حالانکہ اس سے زیادہ حماقت اور بیوقوفی کی اور کوئی بات نہیں ہو سکتی کہ اپنا مکان اور اپنا روپیہ اور اپنی جائداد دشمن کے حوالے کر دی جائے۔ تمہیں نکلنے سے پہلے اپنے گھر کی ایک ایک چیز کو جلا کر راکھ کر دینا چاہیئے تھا۔ تمہارا فرض تھا کہ اگر سرسوں کا تیل مل جاتا تو سرسوں کا تیل ڈال کر اور اگر مٹی کا تیل مل جاتا تو مٹی کا تیل ڈال کر اپنے گھروں کا آخری تنکا تک جلا دیتے تاکہ اگر دشمن جلے ہوئے اور خالی گھروں میں داخل ہوتا تو پندرہ بیس دنوں میں ہی اُسے فکر پڑ جاتی اور وہ ان مقامات کو خالی کر دیتا مگر اب تو تم نے لاکھوں من غلہ لاکھوں روپیہ نقد۔ لاکھوں روپیہ کا زیور۔ اور لاکھوں روپیہ کا کپڑا دشمن کو اپنے ہاتھ سے دے دیا اور اس طرح اُس کے سال بھر کے گزارہ کا انتظام کر دیا۔ اب اُسے کسی کمائی کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ تم نے اسے ہر قسم کی ضروریات خود بخود مہیا کر دی ہیں۔ گویا تم نے اُن کو سال بھر کی تنخواہیں ادا کی ہیں اس لئے کہ وہ

مسلمانوں کو برباد کریں

حالانکہ جب تم اپنے گھروں سے نکلے تھے تو تمہارا کام تھا کہ تم اپنے ہاتھ سے اپنے گھروں کو آگ لگا دیتے اور ایک ایک چیز کو جلا کر راکھ کر دیتے۔ کیا ایسے موقعہ پر باہر سے آکر کسی شخص کے سمجھانے کی ضرورت ہوتی ہے یا انسانی دماغ خود بخود ندابیر سوچ لیا کرتا ہے؟ اول تو تمہیں اپنے گھروں سے نکلنا نہیں چاہیئے تھا۔ اور اگر تم نکلے تھے تو تم ہر چیز کو جلا کر اپنے ہاتھ سے راکھ کر دیتے تاکہ دشمن اگر اندر جاتا تو وہ غلے کا ایک دانہ نہ پاتا۔ دشمن اگر اندر جاتا تو اسے کپڑے کی ایک دھجی تک نہ ملتی۔ دشمن اگر اندر جاتا تو اسے کوئی قیمتی چیز نہ ملتی۔ پھر اگر تم اپنے گھروں کو آگ نہیں لگا سکتے تھے۔ تو جب تم نے دیکھا تھا کہ اب مقابلہ کرنا تمہارے لئے مشکل ہے اس وقت تم دو دو منٹ میں گڑھا کھود کر برتن اور زیورات وغیرہ پھینک کر آجاتے اس صورت میں امید ہو سکتی تھی کہ اگر اب نہیں تو دس سال کے بعد ہی شاید تم ان چیزوں کو حاصل کر لو۔ یا کہیں کھیت میں گڑھا کھود کر دبا دیتے اور اوپر گھاس وغیرہ ڈال دیتے۔ اس طرح دشمن کو پتہ بھی نہ لگتا کہ تمہارا قیمتی اسباب کہاں پڑا ہے

یورپ کے لوگوں میں

یہ عقل پائی جاتی ہے کہ وہ مغلوب ہوتے وقت اپنی ہر چیز اپنے ہاتھ سے تباہ کر دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زبردست سے زبردست دشمن بھاگنے پر مجبور ہو جاتا ہے کیونکہ وہ جہاں جاتا ہے اسے کھانے کے لئے کچھ نہیں ملتا۔ پہننے کے لئے کچھ نہیں ملتا۔ استعمال کرنے کے لئے کچھ نہیں ملتا اور ان کا بوجھ قوم پر اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ وہ زیادہ دیر تک اُن مقامات میں نہیں رہ سکتے۔ یہی کچھ مسلمانوں کو کرنا چاہیئے تھا۔ مگر افسوس ہے کہ انہوں نے ایسا نہ کیا۔ سکھوں نے اس حربہ سے بھی کام لیا ہے۔ چنانچہ بہت سے دیہات اور قصبات کے متعلق یہ اطلاع ملی ہے کہ جب ان گاؤں اور قصبوں کو انہوں نے خالی کیا تو انہوں نے سب کچھ جلا کر رکھ دیا تاکہ مسلمان ان کی چیزوں سے فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ اب پھر میں ان لوگوں کو جو مشرقی پنجاب سے آئے ہیں کہتا ہوں کہ تمہارا ادھر آنا بے فائدہ ہے تم

اپنے اپنے مقامات میں

واپس جانے کی کوشش کرو۔ اگر دور دور کے گاؤں میں نہیں جا سکتے تو تم لاہور سیالکوٹ اور قصور کے پاس پاس چلے جاؤ۔ اس طرح فیروزپور کے ارد گرد رہو یا تم اجنالہ میں رہو یا بٹالہ میں رہو یا گورداسپور میں رہو یہ تحصیلیں ایسی ہیں جو پاکستان سے لگتی ہیں ۲ گھنٹے میں انسان ادھر جا سکتا ہے اور دو گھنٹے میں انسان اُدھر جا سکتا ہے۔ اگر ۴۰ لاکھ مسلمان مشرقی پنجاب سے نکل آیا تو یاد رکھو کہ چار کروڑ مسلمان جو یو پی۔ بمبئی اور مدراس میں رہتا ہے وہ سب کا سب مارا جائے گا اور سارا گناہ ان مسلمانوں پر ہو گا جو مشرقی پنجاب میں سے بھاگ رہے ہیں۔ تم دس دس میل کے فاصلہ سے بھاگ رہے اور پاکستان میں آرہے ہو تو ان کے اور پاکستان کے درمیان تو تین چار سو میل کا فاصلہ ہے وہ کس طرح آئیں گے یقیناً وہ وہیں جگہ مارے جائیں گے۔ لیکن اگر ان کو تسلی ہوئی کہ مسلمان بھگوڑے نہیں تو ان کے اندر بھی جرأت پیدا ہو جائے گی اور وہ بھی اپنے اپنے مقام پر کھڑے رہیں گے۔ ورنہ یاد رکھو جتنا ثواب حضرت معین الدین صاحب چشتیؒ۔ حضرت نظام الدین صاحب اولیاءؒ اور حضرت فرید الدین صاحب شکر گنج والوں کو ہندوستان کو مسلمان بنانے کو ملا

اُس سے کہیں بڑھ کر عذاب

تمہیں ہندوستان سے اسلام کے ختم کرنے کی وجہ سے ملیگا۔ پس مشرقی پنجاب میں تم پھر واپس جاؤ۔ بیشک اپنی عورتوں اور بچوں کو ادھر چھوڑ جاؤ لیکن اگر تم نے اُس ملک کو خالی کیا تو اسلام کا نام ونشان تک اس میں سے مٹ جائیگا اور پھر نہ معلوم سینکڑوں سال بعد یا کب اسلام کی دوبارہ ترقی کے لئے اللہ کی طرف سے نئی رَو پیدا ہو۔ یہ چیزیں بیشک ابتلاء والی ہیں۔ مگر تمہیں یہ بھی تو سوچنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے پہلے سے ہمیں ان باتوں کی خبر دی ہوئی ہے اگر اس کی منذر خبریں تمہارے دلوں کو پریشان کرتی اور مسلمانوں کا تنزل تم کو غمگین بناتا ہے تو کیا اس کی بشارتیں تمہارے دلوں میں ایمان پیدا نہیں کرتیں اور کیا تم یقین نہیں رکھتے کہ جس خدا کی وہ باتیں پوری ہو گئیں۔ جو مسلمانوں کے تنزل کے ساتھ تعلق رکھتی تھیں اس خدا کی وہ باتیں بھی

ضرور پوری ہو کر رہیں گی

جو اسلام کی ترقی کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔

سرحد کے ایک ایگزیکٹو انجینئر چوہدری فقیر محمد صاحب تھے۔ میری لڑکی ناصرہ اور میری مرحومہ بیوی سارہ بیگم نے امتحان دینا تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر تم امتحان پاس کر لو تو میں تمہیں دہلی۔ ڈیرہ دون اور منصوری کی سیر کراؤں گا۔ انہوں نے محنت کی اور وہ پاس ہو گئیں۔ میں اپنے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے انہیں سیر کے لئے لے گیا۔ ہم دلی میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اور دلی کے قلعہ کی سیر کر رہے تھے۔ وہاں قلعہ میں ایک چھوٹی سی شاہی مسجد ہے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اب اس مسجد میں کون نماز پڑھتا ہو گا۔ چلو ہم ہی نماز پڑھ لیں۔ چنانچہ میں نے اور میری بیوی اور لڑکی نے نوافل شروع کر دیئے۔ میری بیوی اور لڑکی نے تو جلدی نماز ختم کر لی مگر میں نے لمبی نماز پڑھی جب میں نے سلام پھیرا تو دیکھا کہ یہ دونوں میرے پیچھے کھڑی تھیں۔ انہوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ پشاور کی بعض عورتیں جن میں ایک ماں اور ایک اس کی لڑکی ہے یہاں قلعہ کی سیر کے لئے آئی ہوئی ہیں اور وہ ہم سے ملی ہیں۔ لڑکی نے بتایا ہے کہ میرے سسرال احمدی ہیں اور میرے باپ اور چچا بھی یہیں آئے ہوئے ہیں۔ اگر انہیں آپ سے

ملاقات کرنے کا موقعہ

مل سکے تو بڑی اچھی بات ہے۔ میں نے کہا یہ معمولی بات ہے وہ مجھ سے مل لیں۔ چنانچہ نماز ختم کر کے میں باہر آیا اور ہم اکٹھے چل پڑے تھوڑی دیر کے بعد مجھے خیال آیا کہ غالباً وہ مجھ سے ملنے کے لئے نہیں آئیں گے اگر آنا ہوتا تو آ جاتے۔ لیکن ابھی میں نے نصف راستہ ہی طے کیا تھا کہ میں نے محسوس کیا میری بیوی اور بیٹی جو میرے ساتھ آرہی تھیں وہ کہیں غائب ہو گئی ہیں۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ دونوں بہت پیچھے ایک طرف کھڑی تھیں اور دو مرد میری طرف آرہے تھے۔ میں نے سمجھ لیا کہ ان کو تو مل نہ سکے میری بیوی اور بیٹی سے

کہا ہو گا کہ ذرا پیچھے ہٹ جائیں۔ ہمارے مرد مل لیں۔ اور اس پر وہ پیچھے ہٹی ہیں۔ جب وہ قریب پہنچے تو ان میں سے ایک یعنی چودھری فقیر محمد صاحب نے بتایا کہ میں محمد اکرم خان صاحب چارسدہ والوں کا بھائی ہوں۔ پھر باتوں باتوں میں وہ مذاقاً کہنے لگے۔ ہم نے پورے انصاف سے کام لیا ہے۔ ہماری دو والدہ ہیں ایک ماں کا بیٹا محمد اکرم ہم نے آپ کو دے دیا ہے اور دوسری ماں کا بیٹا غلام سرور آپ کو دے دیا ہے باقی ایک

میں اور ایک میرا دوسرا بھائی

دونوں احمدی نہیں گویا روپیہ میں سے اٹھنی ہم نے آپ کو دے دی ہے اور اٹھنی ہم نے دوسرے مسلمانوں کو دے دی ہے۔ میں نے بھی ان سے مذاقاً کہا کہ ہم اٹھنی پر راضی نہیں ہوتے ہم تو پورا روپیہ لے کر چھوڑا کرتے ہیں۔ وہ کہنے لگے تو چلا یئے تو جسے لیجئے۔ میں نے کہا ہماری کوشش تو یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب چاہے گا لقیہ اٹھنی بھی مل جائے گی۔ وہ اس وقت معہ اہل وعیال انگلستان کی سیر کرنے جا رہے تھے میں نے ان سے کہا کہ کیا آپ کو احمدیت کی تبلیغ کبھی نہیں ہوئی۔ وہ کہنے لگے کہ تبلیغ تو مجھے کئی دفعہ ہوئی ہے۔ چنانچہ اب بھی محمد اکرم جو میرا بڑا بھائی ہے اس نے میرے ٹرنک میں سلسلہ احمدیہ کی کتب۔ احمدیت۔ دعوت الامیر اور اسلامی اصول کی فلاسفی رکھ دی ہے۔ میں نے ان سے کہا بھی ہے کہ میں ولایت سیر کرنے جا رہا ہوں۔ کتابیں پڑھنے کے لئے نہیں جا رہا۔ مگر انہوں نے زبردستی

یہ کتابیں

میرے ٹرنک میں رکھ دی ہیں اور کہا ہے۔ کہ تمہارا کیا حرج ہے یہ کتابیں اپنے ٹرنک میں پڑی رہنے دو۔ خیر اس گفتگو کے بعد وہ چلے گئے اور ملاقات ختم ہو گئی۔ ابھی اس ملاقات پر ڈیڑھ مہینہ نہیں گذرا تھا کہ ایک دن ولایت سے مجھے ایک خط ملا جس کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی تھی۔ کہ میں وہی شخص ہوں جو دلی کے قلعہ میں آپ سے ملا تھا۔ اور جس نے آپ سے کہا تھا کہ ہم چار بھائی ہیں دو غیر احمدی ہیں اور دو بھائی احمدی اور یہ کہ ہم نے پورا پورا انصاف سے کام لیا ہے۔ روپیہ میں سے اٹھنی ہم نے آپ کو دے دی ہے اور اٹھنی ہم نے دوسرے مسلمانوں کو دے دی ہے اور آپ نے کہا تھا کہ ہم اٹھنی پر راضی نہیں ہوتے ہم تو پورا روپیہ لے کر چھوڑا کرتے ہیں۔ آج اس لقیہ اٹھنی میں سے

ایک اور چونی

آپ کی خدمت میں بھجوا رہا ہوں اور آپ کی بیعت میں شامل ہوتا ہوں۔ پھر انہوں نے اپنے حالات لکھے اور بتایا کہ گو میں پٹھان ہوں اور مذہبی جوش میرے دل میں ہے۔ مگر جب میں نے یورپ کا مطالعہ کیا۔ میں نے ان کے جنگی سامان دیکھے۔ ان کی تیاریوں پر نظر ڈالی۔ ان کا نظام دیکھا۔ ان کا روپیہ دیکھا۔ ان کی تدابیر دیکھیں۔ ان کے علوم اور فنون دیکھے تو میں نے سمجھا کہ عیسائیت کا مقابلہ اب ایسا ہی ہے جیسے سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ۔ میرے دل میں اس وقت بڑے زور سے یہ خیال پیدا ہوا کہ

اسلام کی فتح کا خیال

بالکل ڈھکوسلا ہے۔ اسلام اب زندہ نہیں ہو سکتا۔ کون ہے جو عیسائیت پر غالب آسکے۔ ایک مایوسی کا عالم مجھ پر طاری ہو گیا۔ اور اسی حالت میں مجھے خیال آیا کہ چلو میرے ٹرنک میں جو چند مذہبی کتابیں پڑی ہیں ان ہی کو پڑھ کر دیکھوں کہ ان میں کیا لکھا ہے اتفاقاً آپ کی کتاب

دعوت الامیر

میرے ہاتھ آگئی اور میں نے اسے پڑھنا شروع کیا۔ جب میں اسے پڑھنے لگا تو اس میں وہی مضمون آگیا۔ جس نے مجھے سخت پریشان کر رکھا تھا۔ میں نے اس میں پڑھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے تنزل اور عیسائیت کی ترقی کے متعلق یہ پیشگوئیاں کی ہیں جو بڑی وضاحت سے پوری ہو چکی ہیں اور پھر اس کے بعد میں نے یہ مضمون لیا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی پیشگوئیاں بیان فرمائی ہیں کہ اس تنزل کے بعد اسلام پھر ترقی کرے گا۔ اور

اسلام کا ڈنکا

ساری دنیا میں بجنے لگیگا۔ میں نے وہاں لکھا ہے کہ تم جب اسلام اور مسلمانوں کے تنزل کو دیکھتے ہو تو تمہارے دلوں پر مایوسی طاری ہو جاتی ہے اور تم کہتے ہو کہ اسلام کس طرح دوبارہ ترقی کر سکتا ہے۔ مگر تم اتنا نہیں سوچتے کہ جیسے اسلام کی ترقی کی پیشگوئیاں اس زمانہ میں خلاف عقل معلوم ہوتی ہیں اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسلمانوں کے تنزل اور عیسائیت کی ترقی کی پیشگوئیاں خلاف عقل معلوم ہوتی تھیں لیکن اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشگوئیاں پوری ہو گئیں۔ جو اسلام اور مسلمانوں کے تنزل کے ساتھ تعلق رکھتی تھیں۔ حالانکہ اسلام کی ترقی کے زمانہ میں اس کا تنزل بالکل خلاف عقل معلوم ہوتا تھا تو ہمیں یہ بھی یقین رکھنا چاہئے کہ گو اس وقت اسلام کی دوبارہ ترقی ایک خلاف عقل بات معلوم ہوتی ہے مگر جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ خبر پوری ہو گئی۔ اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خبر بھی ضرور

پوری ہو کر رہے گی

انہوں نے لکھا جب یہ مضمون میں نے پڑھا تو میرا دل خوشی سے بھر گیا۔ میری مایوسی دور ہو گئی میری بیوی نے مجھ سے کہا بھی کہ اب سو جاؤ۔ بہت رات گذر گئی ہے مگر میں نے کہا اب میں اس کتاب کو ختم کر کے ہی رہوں گا۔ چنانچہ میں رات بھر نہیں سویا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ اب میں نے آپ کی کتاب ختم کر لی ہے اور صبح کی نماز کا وقت ہے اور میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ آپ کو بیعت کا خط لکھ دوں۔ چنانچہ اس خط کے ذریعہ میں آپ کی بیعت میں شامل ہوتا ہوں۔ تو دیکھو تباہیاں ہیں۔ بربادیاں ہیں۔ مگر ان چیزوں کی خبریں ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے سے معلوم ہو چکی ہیں اس لئے یہ تباہیاں اور بربادیاں ہمارے لئے کسی گھبراہٹ کا موجب نہیں ہو سکتیں۔ بعض خبریں ایسی بھی تھیں جن کے معنے ہم پہلے صحیح طور پر نہ سمجھے مگر اب آکر پتہ لگ گیا۔ کہ ان کا کیا مفہوم تھا۔ ابھی یہاں آکر

میری ایک خواب

ایک شخص نے نکال کر پیش کی ہے۔ اس وقت ہم اس کا اور مفہوم سمجھتے رہے مگر دیکھو وہ خواب کس طرح بول رہی ہے کہ لفظاً لفظاً وہ اسی زمانہ کے متعلق ہے اور موجودہ فتنہ کی اس میں تفصیل سے خبر دی گئی ہے۔ قادیان پر دشمن کا حملہ میرا قادیان سے باہر نکلنا ہمارا کسی دوسری مرکز بنانا یہ سب باتیں اس خواب میں بیان ہو چکی ہیں یہ ۱۹۴۱ء کی خواب ہے جو الفضل میں شائع ہو چکی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں

میں نے دیکھا کہ میں ایک مکان میں ہوں جو ہمارے مکان سے جنوب کی طرف ہے اور اس میں ایک بڑی بھاری عمارت ہے جو کئی منزلوں میں ہے۔ اس کئی منزلہ عمارت میں میں بھی ہوں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ یکدم غنیم حملہ کر کے آ گیا ہے۔ اور اس غنیم کے حملہ کے مقابلہ کیلئے ہم سب لوگ تیاری کر رہے ہیں میں اس وقت اپنے آپ کو کوئی کام کرتے نہیں دیکھتا۔ مگر میں محسوس کرتا ہوں کہ میں بھی شامل حال ہوں۔ یوں اس وقت میں نے نہ توپیں دیکھی ہیں نہ کوئی اور سامان جنگ مگر میں سمجھتا یہی ہوں کہ تمام قسم کے آلات حرب استعمال کئے جا رہے ہیں اس دوران میں میں نے محسوس کیا کہ وہاں پٹرول کا ذخیرہ ختم ہو گیا ہے۔ اس وقت میں خیال کرتا ہوں کہ پٹرول ہمیں موٹروں کے لئے نہیں چاہئے۔ بلکہ دشمن پر پھینکنے کے لئے پٹرول کی ضرورت ہے چنانچہ مجھے کسی شخص نے بتایا کہ نیچے ایک تہ خانہ ہے جس میں پٹرول موجود ہے اس پر ایک شخص تہ خانہ میں گیا۔ اور چھ گیلن پٹرول کی بیرل لے کر آگیا۔ ساتھ ہی اس کے دوسرے ہاتھ میں ایک سیڑھی ہے تاکہ سیڑھی کی مدد سے وہ اوپر چڑھ کر دشمن پر پٹرول پھینک سکے۔ پھر وہ دونوں چیزیں اٹھا کر اس نے اوپر چڑھنا شروع کر دیا اور اتنی تیزی سے وہ چڑھنے لگا کہ یوں معلوم ہوتا تھا گر جائیگا چنانچہ میں اسے کہتا ہوں سنبھل کر چلو ایسا نہ ہو گر جاؤ اور خواب میں میں حیران بھی ہوتا ہوں کہ یہ کیسا بہادر آدمی ہے کہ اس کے ایک ہاتھ میں ۶ گیلن یعنی تین سیر پٹرول ہے اور دوسرے ہاتھ میں سیڑھی ہے اور یہ اس بہادری سے چڑھتا چلا جاتا ہے پھر یہ نظارہ بدل گیا اور مجھے یوں معلوم ہوا کہ جیسے ہم اس مکان سے نکل آئے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دشمن غالب آگیا ہے اور ہمیں وہ جگہ چھوڑنی پڑی ہے۔ باہر نکل کر ہم حیران ہیں کہ کس جگہ جائیں اور کہاں جا کر اپنی حفاظت کا سامان کریں اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا میں آپ کو ایک جگہ بتاتا ہوں آپ پہاڑوں پر چلیں وہاں اٹلی کے ایک پادری نے گرجا بنایا ہوا ہے اور ساتھ ہی اس نے بعض عمارتیں بھی بنائی ہوئی ہیں جنہیں وہ کرایہ پر مسافروں کو دے دیتا ہے وہاں چلیں وہ مقام سب سے بہتر رہیگا میں کہتا ہوں بہت اچھا چنانچہ میں [illegible] پیدل چل پڑتا ہوں ایک دو دوست اور بھی میرے ساتھ ہیں۔ چلتے چلتے ہم پہاڑیوں کی چوٹیوں پر پہنچ گئے مگر وہ ایسی چوٹیاں ہیں جو ہموار ہیں اس طرح نہیں کہ کوئی چوٹی اونچی ہو اور کوئی نیچی جیسے عام طور پر پہاڑوں کی چوٹیاں ہوتی ہیں بلکہ وہ سب ہموار ہیں جس کے نتیجہ میں پہاڑ پر ایک میدان سا پیدا ہو گیا ہے وہاں میں نے دیکھا کہ ایک پادری کالا سا کوٹ پہنے کھڑا ہے اور پاس ہی ایک چھوٹا سا گرجا ہے اس آدمی نے پادری سے کہا کہ باہر سے کچھ مسافر آئے ہیں انہیں ٹھہرنے کے لئے مکان چاہئیں وہاں ایک مکان نہایت اچھا نظر آتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ پادری لوگوں کو کرایہ پر جگہ دیتا ہے اس نے آدمی سے کہا کہ انہیں مکان دکھا دیا جائے وہ مجھے مکان دکھانے کے لئے لے گیا ایک دو دوست اور بھی ہیں میں نے دیکھا کہ وہ کچا مکان ہے اور جیسے فوجی بارکیں سیدھی چلی جاتی ہیں اسی طرح وہ مکان ایک لائن میں سیدھا بنا ہوا ہے مگر کمرے صاف ہیں۔ میں ابھی غور ہی کر رہا تھا کہ وہ شخص مجھے کمرے دکھا رہا تھا اس نے خیال کیا کہ کہیں میں یہ نہ کہہ دوں کہ یہ ایک پادری کی جگہ ہے ہم اس میں نہیں رہتے۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری عبادت میں روک پیدا ہو چنانچہ وہ خود ہی کہنے لگا کہ آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہ ہوگی کیونکہ یہاں مسجد بھی ہے۔ میں نے اسے کہا اچھا مجھے مسجد دکھاؤ اس نے مجھے مسجد دکھائی جو نہایت خوبصورت بنی ہوئی تھی مگر چھوٹی سی تھی۔ ہماری مسجد مبارک سے نصف ہوگی لیکن اس میں چٹائیاں اور دریاں وغیرہ بچھی ہوئی تھیں اسی طرح امام کی جگہ ایک صاف قالینی مصلیٰ بھی بچھا ہوا تھا مجھے اس مسجد کو دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی اور میں نے کہا کہ ہمیں یہ جگہ منظور ہے خواب میں میں نے یہ خیال نہیں کیا کہ مسجد وہاں کس طرح بنائی گئی ہے مگر بہر حال مسجد دیکھ کر مجھے مزید تسلی ہوئی اور میں نے کہا اچھا ہوا مکان بھی مل گیا اور ساتھ ہی مسجد بھی مل گئی تھوڑی دیر کے بعد میں باہر نکلا میں نے دیکھا کہ اکا دکا احمدی وہاں آ رہے ہیں خواب میں میں حیران ہوتا ہوں کہ میں نے تو ان سے یہاں آنے کا ذکر نہیں کیا تھا۔ ان کو جو میرے یہاں آنے کا پتہ لگ گیا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ کوئی محفوظ جگہ نہیں چاہے یہ دوست ہی ہیں لیکن اگر دوست کو ایک مقام کا علم ہو سکتا ہے تو دشمن کو بھی ہو سکتا ہے محفوظ مقام تو نہ رہا چنانچہ خواب میں میں پریشان ہوتا ہوں اور میں کہتا ہوں کہ ہمیں پہاڑوں میں اور زیادہ دور کوئی جگہ تلاش کرنی چاہئے

اتنے میں میں نے دیکھا۔ کہ شیخ محمد نصیب صاحب آگئے ہیں۔ میں اس وقت مکان کے دروازہ کے سامنے کھڑا ہوں۔ انہوں نے مجھے سلام کیا۔ میں نے ان سے کہا۔ کہ لڑائی کا کیا حال ہے۔ انہوں نے کہا۔ دشمن غالب آگیا ہے۔ میں کہتا ہوں۔ مسجد مبارک کا کیا حال ہے۔ انہوں نے اس کا یہ جواب دیا۔ کہ مسجد مبارک کا حلقہ اب تک لڑ رہا ہے۔ میں نے کہا۔ اگر مسجد مبارک کا حلقہ اب تک لڑ رہا ہے تب تو کامیابی کی امید ہے۔ میں اس وقت سمجھتا ہوں۔ کہ ہم تنظیم کے لئے وہاں آئے ہیں۔ اور تنظیم کرنے کے بعد دشمن کو پھر شکست دیں گے۔ اس کے بعد میں نے دیکھا۔ کہ کچھ اور دوست بھی وہاں پہنچ گئے ہیں۔ ان کو دیکھ کر مجھے اور پریشانی ہوئی۔ اور میں نے کہا۔ کہ یہ تو بالکل عام جگہ معلوم ہوتی ہے۔ حفاظت کے لئے یہ کوئی خاص مقام نہیں۔ ان دوستوں میں ایک حافظ محمد ابراہیم صاحب بھی ہیں۔ اور لوگوں کو میں پہچانتا نہیں۔ صرف اتنا جانتا ہوں۔ کہ وہ احمدی ہیں۔ حافظ صاحب نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ اور کہا۔ کہ بڑی تباہی ہے بڑی تباہی ہے۔ پھر ایک شخص نے کہا۔ کہ نیلے گنبد میں ہم داخل ہونے لگے تھے۔ مگر وہاں بھی ہمیں داخل نہیں ہونے دیا گیا۔ میں نے تو نیلا گنبد لاہور کا ہی سنا ہوا ہے۔ واللہ اعلم کوئی اور بھی ہو۔ بہرحال اس وقت میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ نیلے گنبد کے لحاظ سے اس کی کیا تعبیر ہو سکتی ہے۔ مگر اب میں نے سوچا۔ تو اس کی تعبیر سمجھ میں آگئی۔ گنبد نیلی آسمان کو کہتے ہیں۔ اور اس امر کی کہ ہمیں نیلے گنبد میں بھی داخل نہیں ہونے دیا گیا۔

تعبیر یہ تھی

کہ لوگ اپنے اپنے گاؤں اور شہروں سے نکل کر کھلے آسمان کے نیچے ڈیرے ڈال دینگے مگر وہاں بھی دشمن ان کو اطمینان سے نہیں رہنے دے گا۔ چنانچہ واقعات سے ثابت ہے۔ کہ جب مسلمان کھلے آسمان کے نیچے پڑے تھے۔ تو سکھوں نے ان کو لوٹا۔ اور ان میں سے بہت لوگوں کو مار ڈالا۔ گویا آسمان کے نیچے بھی انہوں نے حملہ کیا۔ اور وہاں بھی ان کو رہنے نہ دیا۔ آسمان کو ہمارے شاعر گنبد نیلی کہتے ہیں۔ اور یہی بات رویاء میں بیان کی گئی تھی۔ کہ لوگوں کو آسمان کے نیچے بھی پناہ نہیں لینے دی جائے گی۔ اس کے بعد حافظ صاحب نے کوئی واقعہ بیان کرنا

شروع کیا۔ وہ اسے بڑی لمبی طرز سے بیان کرتے تھے۔ جس طرح بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ کہ وہ بات کو جلدی ختم نہیں کرتے۔ بلکہ اسے بلا وجہ طول دیتے چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح حافظ صاحب نے پہلے ایک لمبی تمہید بیان کی۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ جالندھر کا کوئی واقعہ بیان کر رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ وہاں بھی بڑی تباہی ہوئی ہے۔ اور ایک منشی کا جو غیر احمدی ہے اور پٹواری یا گرداور ہے۔ بار بار ذکر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ منشی جی ملے۔ اور انہوں نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ میں خواب میں بڑا گھبراتا ہوں۔ کہ یہ موقعہ تو حفاظت کے لئے انتظام کرنے کا ہے۔ اور اس بات کی ضرورت ہے۔ کہ کوئی مرکز تلاش کیا جائے۔ انہوں نے منشی جی کی باتیں شروع کر دی ہیں۔ چنانچہ میں ان سے کہتا ہوں۔ کہ آخر ہوا کیا وہ کہنے لگے منشی جی کہتے تھے کہ ہماری تو آپ کی جماعت پر ہی نظر ہے میں نے کہا بس اتنی ہی بات تھی نہ کہ منشی جی کہتے تھے کہ اب اُن کی جماعت احمدیہ پر نظر ہے۔ یہ کہہ کر میں انتظام کرنے کے لئے اٹھا اور چاہا کہ کوئی مرکز تلاش کروں کہ میری آنکھ کھل گئی (الفضل ۱۲ دسمبر ۱۹۴۱ء خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲ دسمبر ۱۹۴۱ء) دیکھو یہ کتنی

واضح خواب

ہے اس میں صاف طور پر دشمن کا حملہ معلوم ہوتا ہے۔ قادیان کا خطرہ میں گھر جانا معلوم ہوتا ہے اس میں یہ بھی ذکر آتا ہے کہ میں وہاں سے نکل آیا ہوں۔ اردگرد کے علاقوں کی تباہی کا بھی ذکر آتا ہے پھر خصوصیت کے ساتھ جالندھر کا نام آتا ہے اور رویا بتاتی ہے کہ وہاں بھی بڑی تباہی ہوگی اس طرح اس میں یہ بھی ذکر ہے کہ حفاظت قادیان کے لئے ہماری جماعت کو دشمن کا مقابلہ کرنا پڑیگا اور حلقہ مسجد مبارک آخر دم تک لڑائی لڑیگا۔ حلقہ مسجد مبارک کے ایک معنے تو صرف مسجد مبارک کے حلقہ کے ہی ہیں۔ لیکن اسکے ایک اور معنی بھی ہو سکتے ہیں جو اتنے خطرناک نہیں اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مسجد مبارک کے متعلق یہ الہام ہے کہ

بارکنا حولها

ہم نے مسجد مبارک اور اسکے ماحول کو برکت دی ہے پس مسجد مبارک سے مراد قادیان کی مسجد مبارک بھی ہو سکتی ہے اور مسجد مبارک اور اس کا ماحول بھی ہو سکتا ہے چنانچہ واقعات بتاتے ہیں کہ اردگرد سے احمدی دیہات پر حملے ہوئے اور وہ جلا دئے گئے اور اس طرح دشمن غالب آگیا۔ لیکن رویا بتاتی ہے کہ مسجد مبارک اور اس کے ماحول میں دشمن کو کامیابی نہیں ہوگی پھر اسی خواب کے عین مطابق میں باہر نکلا اور پھر یہی وہ فتنہ ہے جس میں ہر قسم کے ہتھیار استعمال ہو رہے

ہیں اور جالندھر تک خطرناک تباہی واقعہ ہوئی ہے اور پھر میرے متعلق یہ بتایا گیا ہے کہ میں اپنی جماعت کے لئے کوئی اور مرکز تلاش کرنے کے لئے باہر نکلوں گا چنانچہ دیکھو میں تلاش مرکز کے لئے ہی لاہور آیا ہوں اور پھر جیسے رویا میں بتایا گیا تھا کہ لوگ کہینگے۔ اب تو ہماری آپ کی جماعت پر ہی نظر ہے ویسے ہی واقعات اب رونما ہو رہے ہیں اور لوگوں کی ہماری جماعت پر نظریں پڑ رہی ہیں۔ آج ہی کے "زمیندار" میں ایک شخص نے لکھا ہے کہ ضلع گورداسپور یا یوں کہیئے کہ سارے مشرقی پنجاب میں قادیان ہی ایک ایسا شہر ہے جو ابھی تک بدستور قائم ہے اور جسکے باشندوں نے مشرقی پنجاب میں رہنے کا تہیہ کیا ہوا ہے" گویا وہی نظارہ نظر آتا ہے جو اس خواب میں دکھایا گیا تھا کہ منشی جی کہتے تھے اب تو ہماری آپ کی جماعت پر ہی نظر ہے درحقیقت خواب کا ایک حصہ یہاں بیان کرنے سے رہ گیا تھا خواب میں اس مقام پر میں نے یہ دیکھا تھا کہ جالندھر کے سارے گاؤں بھاگے چلے آرہے ہیں اور ان میں سے ایک شخص جو گرداور یا مدرس ہے بار بار کہتا ہے کہ سب تباہ ہو گئے اور یہ کہ اب تو ہماری جماعت احمدیہ پر ہی نظر ہے۔ پھر خواب یہ بتاتی ہے کہ بیشک قادیان کے کچھ لوگ باہر چلے جائینگے مگر اسلئے نہیں کہ قادیان کو چھوڑ دیں بلکہ اسلئے کہ نئے سرے سے تنظیم کر کے اسلام اور احمدیت کی عظمت قائم کریں دیکھو

۱۹۴۱ء میں

کون کہہ سکتا تھا کہ یہ خطرناک واقعات رونما ہونے والے ہیں اس وقت ہم نے سمجھا کہ اس میں جاپان کی جنگ کے متعلق خبر دی گئی ہے حالانکہ جاپان کا جالندھر سے کیا تعلق۔ جاپان کا اس سے کیا تعلق تھا کہ میں قادیان سے باہر نکلا ہوں ہمنے اسوقت اس خواب کی یوں تعبیر کر لی کہ اگر انگریزوں نے جنگ جاری رکھی تو سنگاپور پر دوبارہ قابض ہو جائینگے حالانکہ کہاں احمدیوں کا دکھایا جانا اور کہاں انگریز

کجا جالندھر اور کجا جاپان

مگر اسوقت جو کچھ سمجھ میں آیا اسکے معنے کر لئے گئے درحقیقت اسمیں موجودہ تباہی اور بربادی کا مکمل نقشہ کھینچا گیا تھا چنانچہ دشمن کی طرف سے عملاً حملہ ہوا اور ہر قسم کے ہتھیار استعمال کیے گئے صرف قادیان کے اردگرد اسوقت تک سوا دوسو کے قریب احمدی شہید ہو چکے ہیں اور تازہ اطلاع یہ آئی ہے کہ سٹھیالی کا گاؤں جو بڑی جرأت اور بہادری سے دشمن کا مقابلہ کر رہا تھا اور جس نے تین دفعہ سکھوں کے حملہ کو بری طرح پسپا کیا وہاں اب ملٹری نے آکر نمبرداروں کو بلایا اور انہیں اتنا مارا کہ بھس بنا کر رکھ دیا مگر اس کے باوجود وہ دلیری سے اب تک قائم ہیں اور باوجود اسکے کہ ملٹری نے انکی ہڈیاں توڑ دیں پھر بھی انہوں نے پرواہ نہیں کی اور وہ سب کے سب اپنے گاؤں میں ڈٹے ہوئے ہیں۔ بعد کی خبر ہے کہ اس گاؤں کو ملٹری اور پولیس نے زبردستی خالی کروا لیا!

ہے۔ بہرحال رویا بتاتی ہے کہ حلقہ مسجد مبارک لڑائی لڑتا رہیگا اور آخر خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ فاتح اور کامران ہوگا۔ میں نے بتایا ہے کہ مسجد مبارک کے حلقہ سے ہو سکتا ہے کہ سارا قادیان مراد ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسجد مبارک اور اسکے ماحول کو برکت دی ہے لیکن یوں میں ہدایت دے چکا ہوں کہ اگر دشمن کا دباؤ خدانخواستہ بڑھ جائے تو پھر حلقہ مسجد مبارک کے اردگرد اپنی حفاظتی لائن بنالی جائے کیونکہ یہی وہ مقام ہے جس میں ہمارے شعائر ہیں۔ اگر تمہاری موت آئے تو اس جگہ آئے اور شعائر اللہ کی حفاظت کرتے ہوئے آئے مجھے یہ خواب پڑھ کر اس لحاظ سے خوشی ہوئی کہ حلقہ مسجد مبارک جس کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ آخر تک لڑتا رہیگا اسی حلقہ میں میرے گیارہ بیٹے قسمیں کھا کر بیٹھے ہیں کہ وہ مر جائینگے مگر اپنے قدم پیچھے نہیں ہٹائیں گے پھر اسی حلقہ میں میرے دو بھائی ہیں اور اس حلقہ میں میرے بھتیجے ہیں گویا ہمارا سارا خاندان اسی حلقہ میں ہے پس اگر حلقہ مسجد مبارک سے یہی مراد ہے تو خدا نے خبر دی ہے کہ اس حلقہ کو آخر تک خدمت اسلام کی شاندار توفیق ملیگی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ مسجد مبارک کے حلقہ میں سارا قادیان شامل ہے اور باقی مساجد مسجد مبارک کے تابع ہیں مجلس شوریٰ میں فیصلہ کیا گیا کہ قرعہ کے ذریعہ سے ایک حصہ قادیان میں رہیگا اور ایک حصہ باہر آرام کرنے کے لیئے آجائیگا اسی طرح یہ کہ باہر کی جماعتیں اپنے مرکز کی حفاظت کے لئے کچھ زائرین کو باری باری بھجواتی رہینگی۔ خواب سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ممکن ہے ہمیں بعض اُن دیہات کو بھی چھوڑنا پڑے جو اب تک ہم نے نہیں چھوڑے۔ جیسا کہ بعد کی رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے وہ دیہات بھی چھوڑنے پڑے ہیں۔ بہرحال خواب بتاتی ہے کہ ہم ہی سے ایک حصہ قادیان سے باہر تو نکلیگا مگر اسلئے نہیں کہ اُس مقام کو ہم چھوڑ دیں۔ بلکہ اسلئے کہ ایسی تنظیم کریں کہ قادیان احمدیت کے ہاتھ ہی میں رہے پس

قریب ہو یا بعید

انشاء اللہ ہم ضرور اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں پر کامل یقین رکھتے ہیں مومن دنیا میں کہیں مایوس نہیں ہوتا اور مومن دنیا میں اپنی جان کو قربان کرنے سے کبھی ہچکچاتا نہیں۔ مومن کی جان درحقیقت

خدا تعالیٰ کی امانت

ہوتی ہے اگر وہ پیچھے ہٹتا ہے تو محض خدا کے لئے اور اگر وہ آگے بڑھتا ہے تو محض خدا کے لئے۔ میں اگر یہاں آیا ہوں تو اس لئے کہ جماعت کی تنظیم کروں اور لڑائی کو تا حد امکان لمبا کرنے کی کوشش کروں اور دنیا کو توجہ دلاؤں کہ قادیان پر سخت ظلم ہو رہا ہے

اسی طرح اگر میرے بچے اور میرے بھائی اور میرے بھتیجے اور میرے داماد قادیان میں بیٹھے ہیں۔ تو اس لئے کہ خدا تعالیٰ کے دین کی خاطر وہ اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کریں۔ اور اس کی رضا پر راضی رہیں درحقیقت مومن ہر رنگ میں خدا تعالیٰ کی رضاء کے حصول کا خواہشمند ہوتا ہے اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بتایا ہے ہمیں دو برکتوں میں سے ایک برکت ضرور مل کر رہے گی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومن کو ڈر ہی کیا ہو سکتا ہے جب دو برکتوں میں سے ایک برکت اسے ضرور مل کر رہیگی۔ یعنی یا تو اسے فتح حاصل ہو جائیگی اور یا اسے شہادت نصیب ہو جائیگی پس مومن کبھی میدان سے بھاگتا نہیں کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ ان دونوں چیزوں میں سے جو چیز بھی خدا تعالیٰ نے میرے لئے مقدر کی ہے وہ بڑی برکت والی ہے اگر ہمیں شہادت میسر آجاتی ہے تو وہ بھی خدا تعالیٰ کا انعام ہے اور اگر ہمیں فتح مل جاتی ہے تو وہ بھی اس کا انعام ہے۔ بہر حال ہم یہ ہمیشہ کہتے ہیں۔ کہتے رہے ہیں اور کہتے رہیں گے کہ جہاں تک انسانی طاقت کے لحاظ سے ممکن ہے ہم اس علاقہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا جھنڈا نیچا نہیں ہونے دیں گے ہمارے اردگرد سو سے زیادہ گاؤں اس وقت مٹ چکا ہے۔ باقی

تمام گورداسپور

ختم ہو چکا ہے اور بظاہر یہ ناممکن نظر آتا ہے کہ ہم اس علاقہ میں اسلامی جھنڈا اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ گاڑ سکیں۔ کسی طرف سو میل کسی طرف دو سو میل اور کسی طرف پچاس پچاس میل تک کوئی مسلمان گاؤں نظر نہیں آتا اور بظاہر انسانی تدبیر سے دشمن پر غالب آنا ناممکن معلوم ہوتا ہے لیکن اگر فتح اور غلبہ ہماری طاقت میں نہیں تو ایک چیز ہے جو خدا نے ہمیں بخش دی ہے اور جو ہمارے اندر طاقت ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اس کی راہ میں مر جائیں۔ جو چیز خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے ہمیں اس کی فکر نہیں کرنی چاہیئے ہمارا کام یہ ہے کہ ہم اپنا کام کریں۔ خدا تعالیٰ کا کام اپنے ہاتھ میں لینا بیوقوفی ہوتی ہے اگر کوئی شخص اس شرط پر لڑتا ہے کہ پہلے مجھے فتح کا یقین دلاؤ۔ تو وہ اپنی حماقت کا آپ اعلان کرتا ہے اس کا کام یہ ہے کہ وہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر

خدا تعالیٰ کے سامنے

پیش کر دے پھر اگر وہ چاہے تو اس جان کو واپس کر دے تاکہ وہ کچھ مدت اور کام کرلے اور اگر چاہے تو اسے اپنے پاس بلالے۔ اور کہے کہ تم نے بہت خدمت کرلی ہے۔ اب ہمارے پاس آجاؤ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات نزدیک آئی۔ تو فرشتہ آپ کے پاس آیا اور اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کہا کہ آپ کے حبیب نے مجھے ایک پیغام دیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آپ نے میرے لئے بہت کوفتیں اٹھائی ہیں۔ اب میں آپ کو اختیار دیتا ہوں۔ کہ آپ چاہیں تو کچھ مدت اور کام کرلیں اور چاہیں تو

میرے پاس آجائیں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل سے کہا کہ میں اگر اس دنیا میں تھا۔ تو محض خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت اور اگر اب خدا نے مجھے وہاں آنے کی اجازت دی ہے تو میرے لئے اس سے زیادہ خوشی کی اور کونسی بات ہو سکتی ہے۔ میں وہیں آنا چاہتا ہوں مجھے دنیا میں رہنے کی خواہش نہیں اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے صحابہ کو اکٹھا کیا۔ اور بغیر اپنا نام لئے فرمایا۔ کہ خدا تعالیٰ کا کوئی بندہ تھا جس کے سامنے اللہ تعالیٰ نے یہ تجویز پیش کی۔ کہ اگر تم چاہو تو دنیا میں رہ کر اور کام کرلو اور اگر چاہو تو میرے پاس آجاؤ۔ اس بندہ نے دنیا میں رہنا پسند نہیں کیا۔ بلکہ یہی چاہا کہ وہ خدا تعالیٰ کے پاس چلا جائے حضرت ابوبکر نے رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زبان سے یہ بات سُنی تو وہ رو پڑے اور اتنا روئے کہ ان کی ہچکی بندھ گئی۔ بعض صحابہؓ کہتے ہیں۔ ہم نے حضرت ابوبکر کو روتا دیکھا۔ تو ہم نے کہا اسے کیا ہو گیا ہے اور یہ روتا کس لئے ہے۔ خدا کا کوئی بندہ تھا جسے یہ اختیار دیا گیا کہ وہ چاہے تو دنیا میں رہے اور چاہے تو خدا کے پاس چلا جائے اس میں رونے کی کونسی بات ہے۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دوسرے تیسرے دن بیمار ہوئے اور چند دن کے بعد وفات پا گئے۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ اس وقت ہماری سمجھ میں آیا کہ

ابوبکر کیوں روتے تھے

اور ہمیں خیال آیا۔ کہ ابوبکر نے تو بات سمجھ لی تھی مگر ہم نے نہ سمجھی تو سچے مومن کو خدا تعالیٰ کے پاس جانے میں کوئی عذر نہیں ہوتا وہ صرف یہ دیکھتا ہے کہ جہاں تک اس کی طاقت ہے خدا اور اس کے رسول اور اس کے دین کا نام نیچا نہ ہو۔ ورنہ ایک مومن کے لئے شہادت سب سے زیادہ قیمتی چیز ہوتی ہے حضرت خالدؓ بن ولید بیمار ہوئے تو ان سے ایک دوست ملنے کے لئے آیا اور اس نے دیکھا کہ خالدؓ رو رہے ہیں۔ اس دوست نے کہا۔ خالد یہ رونے کا کونسا مقام ہے تمہیں اللہ تعالیٰ نے بہت سی خدمات کا موقعہ عطا فرمایا ہے۔ اب تمہیں خوشی ہونی چاہیئے کہ تم اپنے محبوب سے ملنے اور اس سے انعام پانے کے لئے جا رہے ہو اس پر خالد اور بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اور انہوں نے کہا میں اس لئے تو نہیں روتا۔ کہ میں کیوں مر رہا ہوں۔ چونکہ بیماری کی وجہ سے وہ بہت کمزور ہو چکے تھے انہوں نے اپنے دوست سے کہا میرے قریب آؤ۔ اور میرے بازوؤں پر سے کپڑا اٹھاؤ اور دیکھو کہ کیا کوئی جگہ ایسی ہے جہاں تلوار کا نشان نہ ہو اس نے کپڑا اٹھایا اور کہا کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں تلوار کا نشان نہ ہو۔ انہوں نے کہا اب میری ٹانگوں پر سے کپڑا اٹھاؤ اور دیکھو کہ کیا میری ٹانگوں پر کوئی ایک انچ جگہ بھی ایسی ہے جہاں تلواروں سے نشان نہ ہو اس نے کپڑا اٹھایا اور کہا کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں تلواروں کے نشان نہ ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے پیٹ دکھایا۔ پیٹھ دکھائی۔ سر دکھایا اور پھر کہا میرے سر سے پاؤں تک کوئی ایک انچ بھی ایسی جگہ نہیں جہاں

تلوار سے نشان

نہ ہوں۔ میں نے ہر جنگ میں اپنے آپ کو ایسے مقام پر پھینکا جہاں میرا خیال تھا کہ مجھے شہادت نصیب ہو سکتی ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو کہ کس طرح میرے سر سے پیر تک تلواروں کے نشانات لگے ہوئے ہیں۔ اتنا کہہ کر انہیں پھر جوش گریہ پیدا ہوا اور ان کی ہچکی بندھ گئی اس دوران میں انہوں نے روتے ہوئے کہا میں اس لئے نہیں روتا کہ میں کیوں مر رہا ہوں۔ بلکہ اس لئے رو رہا ہوں کہ نہ معلوم میرا کونسا گناہ تھا جس کی پاداش میں میں آج چارپائی پر جان دے رہا ہوں۔ شہادت کا انعام مجھے میسر نہیں آیا۔ میں نے شہادت کا مقام حاصل کرنے کے لئے ہر خطرناک سے خطرناک موقع پر اپنے آپ کو پھینکا مگر مجھے پھر بھی شہادت نصیب نہیں ہوئی۔ پس

مجھے یہ صدمہ ہے

کہ شاید میری کسی کمزوری کی وجہ سے یہ انعام مجھے نہیں ملا۔ خالدؓ اپنے اخلاص میں یہ سمجھتے تھے کہ وہ شہادت سے محروم رہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اور لوگ تو ایک ایک دفعہ شہید ہوئے اور خالدؓ

سینکڑوں دفعہ شہید

ہوئے جس شخص کو خدا زیادہ شہادتوں کا ثواب دینا چاہتا ہے۔ اسے موت کے منہ میں ڈال کر پھر نکال لیتا ہے۔ پھر ڈالتا اور پھر نکالتا ہے۔ تاکہ اسے کئی شہادتوں کا ثواب دیا جا سکے۔ پس موت ڈرنے والی چیز نہیں ہاں

مومن

ایسی طرز پر کام کرتا ہے کہ وہ نہ ظالم بنے اور نہ بے انصاف قرار پائے۔ نہ دین کو نقصان پہنچائے اور نہ دنیوی تدابیر کو ہاتھ سے جانے دے۔ وہ تدبر اور عقل اور ہمت اور حوصلہ کے ساتھ کام کرتا ہے وہ اس طرح کام نہیں کرتا کہ سور کی طرح سیدھا چلا جائے اور مارا جائے۔ وہ ایک عقلمند اور دور اندیش انسان کی طرح چاروں طرف اپنی نگاہ دوڑاتا ہے۔ وہ عقل اور تدبر کو ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیتا اور پھر اگر مارا جاتا ہے تو اس کی قربانی اسلام کے لئے باعث فخر ہوتی ہے اور اگر وہ بچ رہتا ہے۔ تو اس کی عقل اور اس کی خرد اور اس کی دانائی اسلام کے لئے باعث فخر ہوتی۔ اور اس کی ترقی کا باعث بنتی ہے اس کی دونوں حالتیں برکت والی ہوتی ہیں۔ اس کی موت بھی برکت کا موجب ہوتی ہے۔ اور اس کی فتح بھی برکت کا موجب ہوتی ہے۔ سو تم حوصلے مت ہارو اور بھگوڑوں میں سے مت بنو۔ ہاں اگر تم اس لئے ایک مقام چھوڑتے ہو کہ پھر دوبارہ اپنے آپ کو منظم کرکے اس مقام میں آؤ گے۔ تو تم بھگوڑے قرار نہیں دیئے جا سکتے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق احد کی جنگ میں جب یہ خبر مشہور ہو گئی کہ آپ شہید ہو گئے ہیں تو اس اچانک صدمہ اور دشمن سے دباؤ کی وجہ سے بعض صحابہؓ میدان جنگ سے بھاگ پڑے اور بھاگتے ہوئے مدینہ تک آ پہنچے۔ اس کے بعد باقی لشکر اکٹھا ہوا اور دشمن میدان چھوڑ گیا۔ جب اسلامی لشکر مدینہ میں واپس آیا تو اس کے افراد ان لوگوں کو جو احد سے بھاگ آئے تھے

فرارون

کہتے تھے یعنی بھگوڑے جو میدان جنگ سے بھاگ آئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سُنا تو چونکہ وہ لوگ مخلص تھے۔ اور اتفاقی حادثہ سے سراسیمہ ہو کر بھاگ گئے تھے۔ آپ نے فرمایا تم انہیں

فرار نہ کہو بلکہ کرار

کہو یعنی گو یہ واپس آئے ہیں مگر اس لئے آئے ہیں کہ پھر دشمن پر حملہ کریں گے۔ اور اسے شکست دیں گے۔ کرار کے معنے ہوتے ہیں پیچھے آکر پھر حملہ کرنے والا اور فرار کے معنے ہوتے ہیں بھگوڑا۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم انہیں فرارون نہ کہو بلکہ کرارون کہو یعنی یہ لوگ پیچھے تو بیشک ہٹے ہیں مگر اس لئے کہ دوبارہ دشمن پر حملہ کریں اور اسے شکست دیں۔ پس اپنی نیتوں اور ارادوں سے اپنے آپ کو فرار نہ بناؤ بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی طرح کرار بنو۔ اتفاقی حادثہ کے ماتحت بے شک بعض دفعہ عارضی طور پر قدم اکھڑ جاتے ہیں۔ مگر وہ قدموں کا اکھڑنا بالکل اور چیز ہوتی ہے اور بھاگنا اور چیز ہوتی ہے۔ حنین کے موقعہ پر جب دشمن نے تیروں کی بوچھاڑ کی تو چونکہ مکہ کے نو مسلم آگے آگے تھے۔ وہ بھاگ پڑے اور ان کے بھاگنے کی وجہ سے صحابہؓ کی سواریاں بھی بے قابو ہو گئیں اور سوائے چند صحابہؓ کے

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد اور کوئی نہ رہا۔ بلکہ ایک موقعہ تو ایسا آیا۔ کہ صرف ایک آدمی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس رہ گیا۔ اس وقت مکہ کا ایک نیا مسلمان جو ابھی دل میں کافر تھا۔ اور جو محض اس لئے مسلمان ہو کر

حنین کی جنگ میں

شامل ہؤا تھا۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھے کہیں اکیلے مل گئے۔ تو میں آپ پر حملہ کروں گا۔ وہ آپ کی طرف بڑھا۔ وہ خود کہتا ہے۔ جب میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس جنگ میں اکیلا پایا۔ تو میں نے کہا یہ موقعہ ہے جس میں میں کامیاب طور پر آپ پر وار کر سکتا ہوں۔ آپ چاروں طرف سے دشمن سے گھرے ہوئے ہیں۔ اور صحابہ کے پاؤں اکھڑ چکے ہیں۔ اس سے زیادہ بہتر موقعہ اور کونسا ہو گا۔ میں نے تلوار کھینچی۔ اور آپ کے قریب ہونا شروع کیا۔ جب میں قریب پہونچا تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگے آجاؤ۔ وہ کہتا ہے اس آواز میں کچھ ایسا اثر تھا۔ کہ میں نے اس وقت سمجھا۔ اس وقت مجھے آگے ہی چلنا چاہیئے۔ میں آپ کے قریب پہنچا تو آپ نے میرے دل کے مقام پر اپنا ہاتھ پھیرا۔ اور فرمایا خدایا اس کے دل سے

تمام بغض اور کینہ

نکال دے۔ اور اس کو سچا ایمان بخش۔ وہ کہتا ہے جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سینہ پر ہاتھ پھیرا۔ اور یہ دعا کی۔ کہ خدایا اس کے دل سے تمام کینہ اور بغض نکال دے۔ اور اسے سچا ایمان بخش۔ تو مجھے یوں معلوم ہؤا۔ کہ اسلام کی محبت میری رگ رگ اور نس نس میں اثر کر گئی ہے۔ پھر آپ نے ہاتھ اٹھایا اور کہا خدا تمہیں برکت دے۔ آگے بڑھو اور دشمن کا مقابلہ کرو۔ اس پر میری یہ حالت ہو گئی کہ یا تو میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مارنے کے لئے آیا تھا۔ اور یا آپ کی اس آواز کا میرے کان میں پڑنا تھا کہ مجھے یوں معلوم ہؤا۔ کہ ساری دنیا میں صرف میرا ہی کام ہے۔ کہ میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتا ہؤا مارا جاؤں۔ میں تلوار لے کر آگے بڑھا۔ اور میں نے دشمن کا مقابلہ کیا اور اتنے جوش کے ساتھ کیا کہ خدا کی قسم اگر اس وقت میرا باپ بھی میرے سامنے آجاتا۔ تو بغیر ایک لمحہ کا توقف کئے میں اس کی گردن اڑا دیتا۔ تو دیکھو حنین کے موقعہ پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اکیلے رہ گئے۔ مگر آپ کے صحابہؓ فرار نہیں تھے بلکہ کرار تھے۔ کیونکہ وہ پھر واپس آئے۔ اور انہوں نے

دشمن کو شکست

دی۔ چنانچہ جب صحابہ کی سواریاں ڈر کر بھاگ نکلیں۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے کہا۔ عباس اونچی آواز سے لوگوں کو پکارو۔ اور ان سے کہو کہ اے انصار خدا کا رسول تم کو بلاتا ہے۔ چونکہ نومسلموں کے بھاگنے کی وجہ سے صحابہ کے گھوڑے اور اونٹ سخت ڈرے ہوئے تھے۔ اور وہ میدان جنگ سے تیزی کے ساتھ بھاگ رہے تھے۔ اس لئے صحابہ باوجود کوشش کے اپنی سواریوں کو روک نہ سکے۔ وہ خود کہتے ہیں کہ ہمارے گھوڑے اور اونٹ اتنے ڈرے ہوئے تھے۔ کہ باوجود اس کے کہ ہم ان کی باگیں پورے زور کے ساتھ کھینچتے تھے۔ اتنے زور کے ساتھ کہ ان کے مونہہ ان کی پیٹھوں کو لگ جاتے۔ پھر بھی جب ہم ان کو ایڑی لگا کر واپس لانا چاہتے تو وہ بجائے واپس آنے کے مکہ کی طرف بھاگ پڑتے۔ اس وقت ہم بالکل بے بس نظر آ رہے تھے کہ اتنے میں ہمارے کانوں میں حضرت عباسؓ کی یہ آواز آئی۔ کہ اے انصار

خدا کا رسول تم کو بلاتا ہے

صحابہ کہتے ہیں۔ جب یہ آواز ہمارے کانوں میں پہنچی۔ اس وقت ہمیں معلوم نہیں ہوتا تھا کہ ہم زندہ ہیں۔ اور دنیا میں چل پھر رہے ہیں۔ بلکہ ہمیں یوں معلوم ہؤا کہ ہم سب مر چکے ہیں۔ قیامت کا دن ہے۔ صور اسرافیل پھونکا جا رہا ہے اور خدا تعالےٰ کی آواز ہمیں اپنی طرف بلا رہی ہے۔ اس آواز کا آنا تھا کہ ہمارے عقول پر جو پردہ حائل تھا وہ یکدم دور ہو گیا۔ اور ہم نے اپنی سواریوں کو پورے زور کے ساتھ واپس لوٹایا۔ بعض تو اپنی سواریوں کو موڑنے میں کامیاب ہو گئے۔ بعض اپنی سواریوں سے کود پڑے۔ اور پیدل دوڑتے ہوئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے۔ اور بعض جن کی سواریاں نہ مڑیں۔ انہوں نے اپنے اونٹوں اور گھوڑوں کی گردنیں اپنی تلواروں سے کاٹ دیں۔ اور خود دوڑتے ہوئے اور لبیک یا رسول اللہ لبیک کہتے ہوئے چند منٹ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے۔ تو دیکھو یہ لوگ کرار تھے فرار نہیں تھے۔ یہ بھاگے نہیں تھے۔ بلکہ عارضی طور پر پیچھے ہٹ کر پھر دشمن پر حملہ آور ہوئے پس تم اپنے ملک میں واپس جاؤ۔ اور خدا تعالےٰ کا نام ان علاقوں میں بلند کرو۔ اگر ہمیں اللہ تعالےٰ نے اس ملک میں رکھا ہے تو آخر کسی مصلحت اور بھلائی کے لئے رکھا ہے۔ آخر دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہے۔ یا تو یہ فیصلہ کر لو کہ نعوذ باللہ خدا تعالےٰ ہمارا دشمن ہے۔ اور یا پھر یہ سمجھ لو۔ کہ اسلام کی خدمت کے لئے خدا تعالےٰ نے ہمیں ہندوستان میں رکھا ہے۔ ہندوستان میں ۲۵ فیصدی مسلمان ہیں۔ اور مشرقی پنجاب میں گو بہت سے مسلمان ہلاک ہو چکے ہیں۔ اور بہت سے بھاگ آئے ہیں۔ مگر اب بھی ۴۴ فیصدی مسلمان مشرقی پنجاب میں پائے جاتے ہیں۔ اور ۴۴ فی صدی مسلمانوں کے لئے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ آخر وہ ہندوستان کے شہری ہیں اور وہی حقوق انہیں قانوناً حاصل ہیں جو سکھوں یا ہندوؤں کو پھر اگر مسلمان نئی نسلیں پیدا کریں۔ اور برتھ کنٹرول کی لغویت کو ترک کر دیں۔ تو چند سالوں میں ہی وہ مشرقی پنجاب میں بھی پہلی نسبت پر آ سکتے ہیں۔ لوگ کہا کرتے تھے کہ

تعدد ازدواج کا حکم

محض عربوں کے لئے تھا۔ موجودہ زمانے میں اس پر کون عمل کر سکتا ہے۔ مگر اب وقت آگیا ہے جب وہ اللہ تعالےٰ کی ایک ایک بات اور اسکے ایک ایک حکم کی صداقت دنیا پر واضح ہو۔ آج ہندوستان میں مسلمانوں کی نجات اسی بات سے وابستہ ہے کہ وہ زیادہ شادیاں کریں۔ اور اپنی نسلوں کو زیادہ سے زیادہ بڑھائیں۔ اگر ایک نسل کے مسلمان اس کو قبول کر لیں۔ کہ ہم اگر تباہ ہوتے ہیں تو بے شک ہو جائیں۔ مگر ہم اپنی آئندہ نسلوں کے ذریعہ اسلام کو پھر اس ملک میں زندہ کر دیں گے۔ تو چند سالوں میں ہی کایا پلٹ سکتی ہے۔ اگر انہیں بیویاں تلاش کرنے کے لئے اچھوت اور ادنےٰ اقوام کی طرف بھی متوجہ ہونا پڑے۔ تو اس سے دریغ نہ کریں۔ اور اپنے آپ کو تباہ کر کے بھی مسلمانوں کو بڑھانے کی کوشش کریں۔ اگر اس طرح مسلمان شادیوں کے ذریعہ اپنی تعداد کو بڑھانا چاہیں تو تھوڑے عرصہ میں ہی ان کی تعداد دوگنی تین گنی ہو سکتی ہے۔ اگر پچاس سال کے مسلمان تکلیف اٹھا کر مر بھی جائیں تو کیا ہؤا اسلام تو اس ملک میں زندہ ہو جائے گا۔ قرآن کریم میں

ساری تدبیریں اور سارے علاج

موجود ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ ان تدابیر پر عمل کیا جائے۔ اور اسلام کی غیرت اپنے دلوں میں پیدا کی جائے۔ جب مذہب کی غیرت انسان کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ تو وہ خود بخود ایسی راہیں نکال لیتا ہے۔ جو اس کو بام عروج تک پہنچانے والی ہوتی ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نو بیویاں تھیں۔ مگر کسی انصاری عورت سے آپ نے شادی نہیں کی۔ انصاری عورتیں جب آپ کے کام کو دیکھتیں۔ تو بسا اوقات محبت کا اس قدر جوش ان کے دلوں میں پیدا ہوتا۔ کہ وہ مجلس میں آ کر اپنے آپ کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیتیں۔ ہمارے ملک میں اگر کوئی لڑکی ایسا کہے تو ممکن ہے اس کا باپ یا بھائی اسے قتل کر دے۔ مگر انصاری عورتوں کی یہ حالت تھی کہ جب وہ آپ کی باتیں سنتیں۔ آپ کی تقریریں سنتیں۔ آپ کے کام دیکھتیں۔ تو ان کے دلوں میں عشق کا ایسا جذبہ پیدا ہوتا۔ کہ وہ بعض دفعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتیں اور کہتیں۔ یا رسول اللہ ہم اپنا نفس آپ کو ہبہ کرتی ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی

کسی مصلحت کے ماتحت

انصاری عورتوں میں سے کسی کے ساتھ شادی نہیں کی۔ مگر جب کوئی انصاری عورت یہ بات کہتی۔ تو آپ بعض دفعہ اپنی معذوری کا اظہار کر دیتے۔ اور فرماتے جزاک اللہ تمہاری قربانی خدا تعالےٰ کے حضور قبول ہو گئی ہے۔ اور بعض دفعہ فرماتے۔ کہ فلاں صحابی کو رشتہ کی ضرورت ہے تم اس کے ساتھ شادی کر لو۔ ایک دفعہ نہیں متعدد دفعہ ایسا ہؤا کہ انصاری عورتوں نے اپنے آپ کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ اور پیش بھی مجلس میں کیا۔ اس کی وجہ یہی تھی۔ کہ جب وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھتیں۔ تو وہ یہ برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔ کہ اس قیمتی چیز سے ان کا تعلق نہ ہو۔ تو وہ بڑی خوشی سے یہ پسند کر لیتی تھیں۔ کہ وہ آپ کی دسویں یا گیارھویں یا بارھویں یا تیرھویں بیوی بن جائیں۔ چنانچہ مجلس میں جہاں سینکڑوں ہزاروں آدمی بیٹھے ہوتے۔ جب ایک عورت کا باپ اس مجلس میں موجود ہوتا۔ جب اس کا بھائی اس مجلس میں موجود ہوتا۔ جب اس کے رشتہ دار اس مجلس میں موجود ہوتے۔ وہ آتی۔ اور کہتی یا رسول اللہ میں نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کیا۔ یہ چیز ہے جو ایمان کی علامت ہے۔ اور یہی چیز ہے جو

غیرت کا ثبوت

ہوتی ہے۔ تم بھی ایک دفعہ تکلیف اٹھا کر قربانی قبول کر لو۔ تم دیکھو گے کہ پچاس سال کے اندر اندر مسلمان دو تین گنا ہو جائیں گے۔ بلکہ ۴۴ فی صدی مسلمان بیس سال میں پچپن چھپن ۵۵ ۵۶ فیصدی ہو سکتے ہیں۔ اس وقت مسلمانوں پر ایک خطرناک دور آیا ہؤا ہے۔ اور

خطرناک مصیبتوں میں خطرناک تدابیر

ہی کام آیا کرتی ہیں۔ کسی کو کینسر ہوتا ہے۔ تو اسے کاٹنے سے ہی صحت حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر کسی کی آنکھ میں رسولی ہو جائے۔ تو اس آنکھ کو نکال کر ہی صحت حاصل ہو سکتی ہے زنک لوشن کام نہیں آیا کرتا۔ اس طرح جو خطرناک عذاب ہمارے ملک پر آیا ہؤا ہے۔ اسے

معمولی تدابیر سے

دور نہیں کر سکتے اسکے لئے عظیم الشان جدوجہد اور عظیم الشان قربانیوں کی ضرورت ہوگی تب تم صحیح طور پر اسلام کے خدمت گذار اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم قرار پاؤ گے اور خدا کے فرشتے آسمان سے یہ کہیں گے کہ اس قوم کو فتح دینا ضروری ہے اور خدا بھی اپنی قبولیت سے دستخط اس پر ثبت کر دیگا پس ہمت نہ ہارو اور موت سے مت ڈرو۔ موت انسان پر کئی دفعہ نہیں آتی بلکہ صرف ایک دفعہ آتی ہے اور یہ چیز نے بہر حال آنا ہے اُس سے ڈرنے کے کیا معنے ہیں تمہیں اگر کوشش کرنی چاہیئے تو یہ کہ اگر تمہاری موت مقدر ہے تو خدا تعالیٰ کی راہ میں آئے اور ایسی حالت میں آئے کہ تم موت کو خدا تعالیٰ کا انعام سمجھو اور اس

کڑوی قاش

کے ملنے پر اپنا منہ مت بناؤ بلکہ یہ کڑوی قاش بھی اُس مزے سے کھاؤ جس مزے سے تم نے ہزاروں ہزار میٹھی قاشیں خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے کھائی ہیں۔

حضرت لقمان

کے متعلق لکھا ہے وہ ابھی چھوٹے بچے ہی تھے کہ ڈاکو انہیں قید کر کے لے گئے اور کسی رومی تاجر کے پاس اُنہیں بیچ دیا چونکہ حضرت لقمان خوبصورت اور ذہین تھے۔ اُسنے حضرت لقمان کو عام نوکروں میں نہ رکھا بلکہ اپنے پاس بیٹوں کی طرح رکھنا شروع کر دیا اور ان سے اتنی محبت پیدا ہو گئی کہ جو چیز بھی اچھی سے اچھی اُسکے پاس آتی وہ چن کر پہلے حضرت لقمان کو دیتا اور پھر خود کھاتا۔ چونکہ وہ تاجر تھا اور دساور کا مال اُس کے پاس اکثر آتا رہتا تھا اُسکا معمول یہی تھا کہ پہلے وہ اچھی اچھی چیزیں حضرت لقمان کو دیتا اور پھر کسی اور کو دیتا۔ ایک دفعہ دور کسی ملک سے بے موسم کا خربوزہ آیا۔ آقا نے خربوزہ کی ایک پھانک کاٹی حضرت لقمان کو بُلایا اور اُنہیں کھانے کے لئے دی حضرت لقمان نے وہ پھانک خوب چپ کے مار مار کر کھائی۔ آقا نے سمجھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ خربوزہ بہت میٹھا ہے اور لقمان کو بہت پسند آیا ہے تبھی اس نے مزے لے لیکر پھانک کھائی ہے چونکہ وہ حضرت لقمان سے محبت رکھتا تھا اُس نے ایک دوسری پھانک کاٹی اور حضرت لقمان کو دی۔ اُنہوں نے پھر اُسے مزے لے لیکر کھایا اِسپر آقا نے اِس خیال سے کہ یہ خربوزہ اِسے بہت ہی پسندیدہ ہے تیسری پھانک کاٹی اور اُنہیں کھانے کیلئے دی حضرت لقمان نے وہ پھانک بھی خوب مزے لے لیکر کھائی تین پھانکوں کے بعد اُسے خیال آیا کہ میں بھی چکھوں یہ کیسا خربوزہ ہے اور اسمیں کیسا مزہ پایا جاتا ہے جب اُس نے پھانک کاٹ کر اپنے مونہہ میں ڈالی تو وہ اتنی بدبو دار۔ اتنی تلخ اتنی سڑاند اور اتنی بساندہ اپنے اندر رکھتی تھی کہ اُسے اُلٹی آگئی اور اُسنے بڑے خشمگین انداز میں حضرت لقمان سے کہا کہ تم نے

مجھے کیوں نہ بتایا

کہ یہ خربوزہ اتنا بدمزہ ہے میں نے تو سمجھا کہ تمہیں مزہ آرہا ہے اور اسی لئے میں تمہیں قاشیں کاٹ کاٹ کر دیتا چلا گیا اور اسطرح بلاوجہ میں نے تمہیں دکھ میں ڈالا تم نے یہ کیا کیا کہ میری محبت کا ایسا اُلٹا جواب دیا اور اس قاش کی تلخی اور بدمزگی کا مجھ سے ذکر نہ کیا۔ حضرت لقمان نے اپنے بچپن کی سادگی کے لہجہ میں کہا جس ہاتھ سے میں نے اتنی میٹھی قاشیں کھائی تھیں اُس کے متعلق میں یہ بے حیائی کس طرح کر سکتا تھا۔ کہ اگر اسی ہاتھ سے مجھے ایک کڑوی قاش مل گئی تو اس پر مونہہ بنا لیتا اور کڑوی قاش کھا کر تھوکنے لگتا۔ ہم نے بھی اپنے خدا کے ہاتھ سے کتنی میٹھی قاشیں کھائی ہیں اب اگر کوئی کڑوی قاش اُس کی طرف سے آتی ہے تو ہمیں اُسکے کھانے پر مونہہ نہیں بنانا چاہیئے۔ اُس تاجر نے تو بے جانے اپنی محبت کے جوش میں لقمان کو کڑوی قاش کھلا دی تھیں لیکن ہمارا خدا وہ ہے جو

عالم الغیب

ہے۔ تمام حالات کو جاننے والا ہے اور ہم سے محبت اور پیار رکھتا ہے اگر وہ تاجر کڑوی قاش کھلانے کے باوجود لقمان کی بھلائی چاہتا تھا۔ بُرائی نہیں چاہتا تھا تو ہم یہ کس طرح مان سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کڑوی قاش کھلا کر ہمیں نقصان پہنچانا چاہتا ہے یہ یقیناً ایسا ہی ہے جیسے پرانے زمانہ میں لوگ اپنے بچوں کو املتاس کا جلاب دیا کرتے تھے ہمارا خدا بھی ہمیں کمزوریوں سے پاک کرنا چاہتا ہے وہ ہمیں تمام دینوی علائق سے منقطع کر کے خالصتہً اپنی ذات کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے وہ ہمارے دلوں میں دنیا کی محبت سرد کر کے اپنی محبت کے شعلے بھڑکانا چاہتا ہے وہ ہمیں اپنا محبوب اور اپنا پیارا بنانا چاہتا ہے۔ وہ ہمیں تباہ کرنا نہیں چاہتا بلکہ ترقی دینا چاہتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ہمارا خدا ہم سے محبت رکھتا ہے۔ اسلام اس کا سچا دین ہے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُسکے سچے رسول ہیں۔ قرآن اُس کی سچی کتاب ہے اور ہمیں یقین ہے کہ اسلام قیامت تک کے لئے ہے اور قرآن کبھی نہ منسوخ ہونے والی کتاب ہے۔

دُنیا کی نجات

اِسی مذہب اور اسی کتاب کی تعلیم پر عمل کرنے میں ہے اور ہمیں یقین ہے کہ اِس زمانہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی خدمت کے لئے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا ہے اور خدا نے اپنے ہاتھ سے ہماری جماعت کو قائم کیا ہے خدا اپنے لگائے ہوئے پودے کو دشمن کے ہاتھ سے کبھی تباہ نہیں ہونے دیگا۔ خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا اس ملک میں کبھی نیچا نہیں ہونے دیگا خدا قرآن کو اس ملک میں کبھی ذلیل نہیں ہونے دیگا وہ ضرور اُنکو پھر عزت بخشیگا اور ان کو فتح و کامرانی عطا کریگا۔ ہاں اگر ہماری کوتاہیوں کی وجہ سے ابتلا لمبا ہو جائے تو اور بات ہے ورنہ خدا تعالےٰ کا یہ فیصلہ ہے۔ کہ اسلام کی فتح ہو۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح ہو۔ قرآن کی فتح ہو حضرت مسیح موعود علیہ وسلم کی فتح ہو احمدیت کی فتح ہو اور پھر اسلام کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اُونچا لہرائے مبارک ہے وہ جو خدا تعالیٰ کی فوج میں شامل ہوتا اور اس عید اور فتح کا دن لانے میں اپنی قربانی پیش کرتا ہے کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے نام عزت کے ساتھ لئے جائینگے اور خدا تعالیٰ کی رضا اور اُس کی خوشنودی کے ہمیشہ وارث ہونگے۔

نماز جمعہ کے بعد

حضور نے فرمایا۔

ہماری جماعت کے جو دوست جو فوج میں ملازم ہیں۔ اور جنہیں ٹرک مل سکتے ہیں ان کو چاہیئے۔ کہ جس طرح بھی ہو سکے

ٹرکوں کا انتظام

کر کے قادیان پہنچیں۔ اور وہاں سے عورتوں اور بچوں کو نکالنے کی کوشش کریں۔ فوجیوں کو اپنے اپنے رشتہ دار لانے کے لئے عام طور پر ٹرک مل جایا کرتے ہیں۔ ۲۰-۲۵ دوست اس وقت اپنے اپنے رشتہ داروں کو قادیان سے لا چکے ہیں۔ وہاں ۸-۹ ہزار عورتیں اور بچے ہیں۔ جو نکالنے کے قابل ہیں۔ ورنہ غذا کی حالت حفاظت کے انتظامات میں سخت دقتیں پیدا ہو جائینگی۔ جو فوجی دوست ہوں یہاں لاہور میں یا باہر کسی اور مقام پر اور ان کو ٹرک مل سکتا ہو۔ ان سب کو چاہیئے۔ کہ وہ فوراً ٹرکوں کا انتظام کر کے ہمیں اطلاع دیں۔ فوجیوں کو ٹرک ملنے میں عام طور پر آسانی ہوتی ہے۔ اور چونکہ اکثر لوگوں کے کوئی نہ کوئی رشتہ دار قادیان میں موجود ہیں۔ اس لئے ہم ٹرکوں کے ذریعہ ایک نظام کے ماتحت عورتوں اور بچوں کو لا سکتے ہیں۔ پس جن دوستوں کو کوئی ٹرک مل سکتا ہو۔ وہ فوراً انتظام کر کے ٹرک قادیان لے جائیں۔ اور وہاں سے

عورتوں اور بچوں

کو نکال لائیں۔ اور اگر کوئی شخص خود ٹرک کا انتظام نہ کر سکتا ہو۔ لیکن اس کے علم میں کوئی ایسے دوست ہوں۔ جو یہ انتظام کر سکتے ہوں تو وہ اطلاع دے دیں۔ ہمیں کم از کم اس وقت ہا سو ٹرکوں کی ضرورت ہے۔ تب کہیں قادیان سے عورتوں اور بچوں کو نکالا جا سکتا ہے۔ چونکہ کچھ عورتیں اور بچے وہاں سے آگئے ہیں۔ اس لئے باقی عورتوں میں بے چینی پائی جاتی ہے۔ کچھ عورتیں تو ایسی دلیر ہیں کہ وہ نکلنے سے انکار کر دیتی ہیں۔ لیکن اکثر عورتیں اور بچے ان عورتوں اور بچوں کو دیکھ کر جو وہاں سے نکل آئے ہیں۔ گھبرا رہے ہیں۔ اور یوں بھی وہاں کی

غذائی حالت

خراب ہے۔ نمک مرچ سب ختم ہو چکا ہے۔ گو میں نے یہاں سے انتظام کر کے یہ چیزیں وہاں کچھ بھجوائی ہیں۔ مگر پھر بھی وہاں کی غذائی حالت تشویشناک ہے۔ آٹے کا انتظام نہیں ہو سکتا۔ گھی ختم ہے لکڑی ختم ہے۔ اس لئے عورتوں اور بچوں کو قادیان سے نکالنا قادیان کی حفاظت کے لئے ضروری ہے۔ پس جس جس دوست کی طاقت میں ہو اور وہ ٹرک کا انتظام کر سکتے ہوں انہیں چاہیئے کہ وہ ٹرکوں کا انتظام کر کے

میاں بشیر احمد صاحب

کو ملیں۔ تاکہ ایک نظام کے ماتحت عورتوں اور بچوں کو وہاں سے نکالا جا سکے۔ جو دوست اس وقت یہاں موجود ہیں۔ ان کا اگر کوئی فوجی دوست واقف ہو۔ تو اسے فوراً یہ اعلان پہنچا دیں۔ اور اگر وہ خود انتظام کر سکتے ہوں۔ تو خود ٹرکوں کا انتظام کر کے ہمیں اطلاع دیں۔ پنجاب اور سندھ میں جہاں جہاں فوجی افسر یا کمشنڈ افسر ہیں جن کو ٹرکیں مل سکتی ہیں۔ ان سب کو چاہیئے کہ وہ ٹرکوں کے متعلق پوری کوشش کریں۔ اور جلد سے جلد ہمیں اس بارہ میں اطلاع دیں۔ تاکہ ہم ٹرک قادیان بھجوا سکیں۔ اور عورتوں اور بچوں کو وہاں سے نکالا جائے۔

ڈیرہ دون میں مسلمانوں کی نازک حالت

ڈیرہ دون ۲۰ ستمبر۔ ایک معتبر ذریعہ سے ڈیرہ دون میں مسلمانوں کی حالت کے متعلق ایک خبر موصول ہوئی ہے جو وہاں سے ۲۰ ستمبر کو روانہ ہوئی۔ جس میں تحریر ہے۔ کہ ڈیرہ دون کے حالات نازک ترین دور میں سے گزر رہے ہیں۔ ۱۹ ستمبر کی شام سے خطرناک قتل و غارت شروع ہے سب شہر کے مسلمان تین محلوں میں جمع ہیں۔ دیہات کے ہزارہا لوگ بھاگ کر ڈیرہ دون آرہے ہیں۔ ہزارہا بچے۔ مرد۔ عورتیں گاؤں میں ختم ہو چکے ہیں۔ ۳-۴ ہزار شہر میں قتل ہو گئے ہیں۔ کرفیو لگا ہوا ہے۔ دن دہاڑے دوکانیں لوٹی جا رہی ہیں۔ جہاں ۲۰ ستمبر کو یہ حالت تھی۔ وہاں آج کا نقشہ احباب خود اندازہ لگا لیں۔

سیکرٹری انجمن انصار المسلمین لاہور